"جب تو شرم محسوس نہیں کرتا، تو پھر جو چاہے وہ کر" (بخاری)

داڑھی والی دلہن

تصنیف: حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی (انڈیا)

محشی: مولانا ابو معاویہ قادری رضوی حشمتی

ادارہ: تحفظِ عقائدِ اہلسنت (پاکستان)

کیا آپ نے کبھی داڑھی والی دلہن دیکھی ہے؟؟؟

شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا کہ جس نے دلھن نہ دیکھی ہو۔شادی شدہ کیلئے تو نہ دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن غیر شادی شدہ نے بھی الگ الگ رشتہ سے دلھن کو ضرور دیکھا ہو گا۔کسی نے اپنی بہن کو، کسی نے بھاوج کو، کسی نے اپنی پھوپھی یا خالہ یا چاچی کو دلھن بن کر ڈولی میں بیٹھ کر اپنے آبائی مکان سے رخصت ہوتے دیکھا ہی ہو گا۔ہر عورت دلھن بننے کا سنہرا خواب دیکھتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا موقعہ میسّر آتا ہے، تب اس کی اور اس کے گھر والوں کی خوشیاں مچل اٹھتی ہیں۔

ہر دلھن اپنے پیاسے پہلی ملاقات کے وقت اپنے آپ کو حسین سے حسین تر بنانے کی کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی۔ہاتھ میں مہندی ، سرخ جوڑا، سر پر چُندری، ناک میں نتھنی، کان میں جھومر یا بالیاں، ہاتھ میں سونے کے کنگن ، گلے میں سونے کا ہار، علاوہ ازیں مختلف زیورات سے آراستہ ہوکر بناؤ سنگار کے تمام اسباب کا فراخ دلی سے استعمال کر کے ملکہء حسن وجمال بن جاتی ہے۔اس کا واحد مقصد یہی ہوتا ہے کہ میں پیکر حسن بلکہ مثل جنت کی حور بن کر اپنے رفیق حیات سے پہلی ملاقات کروں۔دلھن کا لفظ سن کر ہی ہر شخص کے ذہن میں ایسی عورت کا تصوّر آتا ہے، جو آرائش، زیبائش، زیب و زینب، سجاوٹ، بناؤ سنگار، شوبھا، خوشنمائی، آراستگی، خوبصورتی، موزونیت، تناسب، درخشانی، تابانی، چمک، دمک، مہک، نکہت، لطافت، نفاست اور نزاکت کا جاذب النظر پیکر جمیل ہو۔

لیکن!!!!!!

کیا ؟ آپ نے کبھی ایسی دلھن دیکھی ہے ؟ یا کبھی ایسی دلھن کا خاکہ آپ کے تصور میں اُبھرا ہے ؟ جو بناؤ سنگار کے تمام رسم و رواج اور طور طریقے کی کامل ادائیگی کے ساتھ ساتھ مردانہ شان کا بھی مظاہرہ کرتی ہو۔یعنی اس کے نازک اور ملائم رخساروں پر داڑھی بھی ہو۔نہیں ! نہیں ! ! دلھن کا ایسا تصوّر یا ایسی تصویر ممکن ہی نہیں ؛ روئے زمین پر ایسی عورت دستیاب نہیں ہو سکتی جو بارہ اُبھرن سولہ سنگھار سجائے ہوئے ہو اور ساتھ میں چہرے پر مردوں جیسی بلکہ مولانا جیسی لمبی لمبی داڑھی بھی ہو۔صبر کرو، اطمینان سے کام لو، اتنے جلد مشتعل نہ بن جاؤ۔ہم آپ کو دکھا ہی دیتے ہیں۔علمائے دیوبند کے اکابر کی سوانح حیات پر مشتمل کتابوں میں ایسی دلھن کا تذکرہ موجود ہے۔لیجئے ! آپ خود ہی اپنے ماتھے کی آنکھوں سے پڑھ لیجئے!!!!!

http://www.wahabimazhab.com

وہابی ،دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے پیشواء اور جن کو تبلیغی جماعت کے متبعین "مجدد" اور" امام ربّانی" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں ، وہ مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب کی حالات زندگی قلمبند کرنے والے دیوبندی مکتبۂ فکر کے نامور مؤرّخ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب (۱) لکھتے ہیں کہ!!!!!

ایک بارارشاد فرمایا: میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے ' ' نکاح ہوا ہے۔سوجس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے، اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے۔اُنھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے اُنھیں مرید کرادیا۔حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا "الرّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَائِ"۔آپ نے فرمایا: ہاں، آخراُن کے بچوں کی تربیت ' ' کرتاہی ہوں

تذکرۃ الرشید" (پرانا ایڈیشن)،مؤلف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبتہ الشیخ، محلہ مفتی، سہارن پور (یو-پی) جلد:(۲)، ص:(۲۸۹)

تذکرۃ الرشید" (نیا ایڈیشن)،مؤلف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: دار الکتاب، دیوبند، سن اشاعت ۲۰۰۲ئ، جلد:(۲)، ص:(۳۶۲)

مندرجہ بالا عبارت پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک مزید حوالہ پیش خدمت ہے

آپ ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دلہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا۔پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ آخران کے بچوں کی کفالت کرتا ہی ہوں

تذکرۃ الرشید" (قدیم ایڈیشن)،مؤلف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبتہ الشیخ، محلہ مفتی، سہارن پور (یو-پی) جلد:(۱)، '' ص:(۲۴۵)

تذکرۃ الرشید" (جدید ایڈیشن)،مؤلف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: دار الکتاب، دیوبند، سن اشاعت ۲۰۰۲ئ، جلد:(۱)، '' ص:(۳۴۲)

Http://www.Wahabimazhab.com

سب سے پہلے "تذکرۃ الرشید" جلد(۲)، ص:(۲۸۹) والی پہلی عبارت میں مذکورہ قرآنِ مجید کی آیت کریمہ " اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآئِ" کے تعلق سے بہت ہی اختصار کے ساتھ گفتگو کرلیں۔یہ آیت کریمہ قرآنِ مجید کے پارہ (۵)، سورئہ نساء کی آیت نمبر(۳۴) ہے۔اس آیت کریمہ کا ترجمہ :- مرد افسر ہیں عورتوں پر" (کنز الایمان)۔اس آیت کے تعلق سے صرف اتنی ہی معلومات ذہن میں محفوظ رکھیں۔انشاء اللہ تذکرۃ الرشید کی مندرجہ بالا دونوں عبارات پر کئے جانے والے تبصرہ کے ضمن میں انکشاف کیا جائے گا کہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے مقتداء وپیشواء نے اپنے مذموم او ر قابل نفریں گندے خواب کی موزونیت ثابت کرنے کیلئے کیسی فاسد ذہنیت کا مظاہرہ کیاہے اور مرد سے مرد کے نکاح کا رشتہ ناتا مناسب ثابت کرنے کیلئے قرآنِ مجید کی مقدّس آیت کو کھینچ تان کر چسپاں کرنے کی کیسی قبیح حرکت کی ہے۔

ہر آدمی خواب دیکھتاہے۔کبھی اچھا اور نیک خواب تو کبھی ڈراؤنا اور بھیانک خواب۔جوان آدمی شہوات نفسانی اور جنسی خواہشات پر مشتمل خواب جوانی کے ایّام میں اکثر وبیشتر دیکھا کرتا ہے۔اسی خواب کی وجہ سے اُسے احتلام بھی ہو جاتا ہے اور اس پر غسل کرنا لازمی ہوجاتا ہے۔لیکن قارئین کرام للہ انصاف سے بتائیں کہ کیا کبھی بھی کوئی شخص جو شہوانی خواب دیکھتا (Lasciviousness) ہے، وہ عوام میں اپنے ایسے خواب کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے؟ کیا کوئی بھی شریف آدمی اپنے گندے خواب کی تشہیر کرتاہے ؟ نہیں،وہ اپنے خواب کو حتی الامکان چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتاہے اور صرف اتنا کہہ کر بات ٹال دیتا ہے کہ نیند میں غسل کی حاجت ہوگئی۔

(Psychologist)کی ایک حقیقت کی طرف بھی توجہ ملتفت کرانا ضروری ہے کہ ماہر نفسیات

کے مطابق آدمی جس کے متعلق سے دن بھر سوچتا رہتا ہے، اس کے تعلق سے رات کو نیند میں خواب دیکھتا (Investigation) ہے۔اگر کوئی لڑکا کسی لڑکی پر فریفتہ ہوگیا ہے اور ہر وقت اس کی محبت کا دم بھرتا ہے اور ہر پل اسی کی یاد میں کھویا رہتا ہے۔تو رات کو نیند میں بھی اپنی محبوبہ کے خواب دیکھتا ہے اور خواب میں وہ اپنی معشوقہ کے ساتھ کیا کیا اور کیسی کیسی حرکتیں کرتا ہے۔دن بھر اس کے دماغ میں گھومنے والے خیالات مُتَصوّر ہوکر بشکل خواب رُونما ہوتے ہیں۔کسی لڑکے کا کسی لڑکی پر فریفتہ ہونا یہ تو فطری ہونا سراسر غیر فطری بات ہے۔لڑکے اور لڑکی کی تو (Inclination) بات ہے لیکن کسی مرد کا کسی مرد کی طرف رجحان اور میلان شادی ممکن ہے لیکن لڑکے کی کسی لڑکے کے ساتھ شادی ناممکن ہے۔دنیاکا کوئی بھی مذہب اور سماج ایسے غیر فطری تعلقات کو روا نہیں رکھتا۔

Http://www.Wahabimazhab.com

ایک مرد کو دوسرے مرد کی طرف رغبت ہو اور وہ آپس میں اپنی نفسانی خواہش کو پورا کریں، ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے کہی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل قبیح (Sodomy)ہیں۔ ایسے لوگوں کو لوطی کہتے ہیں اور ان کی یہ قبیح حرکت لواطت کی ابتداء حضرت لوط علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم نے کی ہے۔حضرت لوط علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے پہلے دنیا کس بلا کا نام ہے، وہ کوئی نہیں جانتا تھا۔عراق کے شہر "سدوم" میں آباد قوم لوط کو شیطان (Homosexuality) میں لواطت نے یہ فعل سکھایا۔ اس فعل قبیح کی قرآن و حدیث میں سخت مذمت فرمائی گئی ہے۔جس کا تفصیلی بیان یہاں ممکن نہیں۔ صرف ایک آیت کریمہ پیش خدمت ہے۔

آیت :

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ

(پارہ (۸)، سورۃ الأعراف، آیت (۸۰) اور (۸۱)

ترجمہ:

اور لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیاوہ بے حیائی کرتے ہو، جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑکر، بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے

(کنزالایمان)

المختصر! لواطت کے فعل قبیح کی ابتداء شیطان کے سکھانے سے قوم لوط نے کی۔اس کی وجہ کیا تھی ؟ وہ ذیل میں قرآن مجید کی تفسیر سے درج ہے:

شہر سدوم نہایت ہی، سرسبز وآباد تھا۔وہاں طرح طرح کے اناج، پھل اور میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ نیز وہاں کی آب وہوا بھی فرحت بخش تھی۔شہر سدوم کی خوشحالی اور زرخیزی کی وجہ سے قرب وجوار کے لوگ وہاں سیر وتفریح کے لیے گاہے گاہے آیا کرتے تھے اوراپنے پہچان کے لوگوں یارشتہ داروں کے یہاں مہمان بن کر ٹھہرتے تھے۔ہر گھر میں روزانہ کوئی نہ کوئی مہمان ضرور ہوتا تھا۔شہر کے لوگوں کو بحیثیت میزبان مہمانوں کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کابوجھ اُٹھانا پڑتا تھا اور مہمانوں کی خدمت میں ان کا کافی مال اوروقت صرف ہوتا تھا۔روز بروز مہمانوں کی آمداور انکی مہمان نوازی سے لوگ کبیدہ خاطر اور تنگ ہوچکے تھے لیکن

Http://www.Wahabimazhab.com

مہمانوں کی بکثرت آمد کا غیر منقطع سلسلہ جاری تھا۔لیکن اخلاقی طورواطواراور سماجی مراسم کا لحاظ کرتے ہوئے بادِل ناخواستہ بھی وہ مہمانوں کو "خوش آمدید" کہہ کر حتی الامکان اور حسب استطاعت ان کی خاطر داری کرتے تھے۔

ایک عرصۂ دراز تک مہمانوں کی خاطر داری کرتے کرتے شہر "سدوم" کے باشندے اُکتا گئے تھے اوراب مہمانوں کو آنے سے روکنے کی کوئی تدبیر اور صورت تلاش کرتے تھے۔ایسے ماحول میں شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین شہر" سدوم" میں ایک بوڑھے شخص کی صورت میں نمودار ہوا اور مہمانوں سے تنگ آئے ہوئے میزبان لوگوں کو جمع کر کے ان کو مشورہ دیا کہ اگر واقعی تم مہمانوں کی آمد سے پریشان ہو اور اس پریشانی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہوتو میں تم کو ایک آسان تدبیر بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی تمہارے یہاں کوئی مہمان آکر ٹھہرے تو اس کے ساتھ زبردستی بد فعلی کرو۔ایک مرتبہ تمہاری اس حرکت کا تجربہ کرنے والا پھر کبھی تمہارے یہاں آنے کی جرأت و ہمت نہیں کرے گا۔اورر فتہ رفتہ یہ بات پھیل جائے گی کہ تمہاری بستی میں آنے والے مہمان کی جبراً

" عصمت دری" ہوتی ہے۔تو پھر لوگ تمہارے یہاں آتے ہوئے جھجھک محسوس کریں گے بلکہ اپنی مردانہ عصمت لُٹ جانے کے خوف سے تمہاری بستی میں پاؤں تک نہیں رکھیں گے۔

چنانچہ ابلیس لعین سب سے پہلے خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر شہر "سدوم"میں آیا اور بستی والوں سے خوب خوب بد فعلی کرائی۔خود مفعول بن کر بستی والوں کو لواطت کا فعل قبیح سکھایا اور رفتہ رفتہ بستی والے اس غیر فطری کام کے اس قدر عادی بن '' گئے کہ اپنی عورتوں کو چھوڑکر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے۔

حوالہ:

تفسیر روح البیان ، جلد: ۳، ص:۱۹۷

تفسیر خزائن ا لعرفان، ص: ۲۸۹

صاوی ، جلد:۲،ص: ۷۵ اور

عجائب القرآن ،ص: ۱۲۷

لواطت کی عادت عموماً نوعمری کے زمانے میں پڑتی ہے۔جس کا اطلاق عام طور پر ۱۳، سال سے ۲۰، سال کی عمر پر ہوتا ہے اور ایسے لڑکا ملازمت یا حصول تعلیم کی غرض سے اپنے گھر اور (Teenage) کہا جاتا ہے۔جب کوئی ٹین ایجTeens Ager نوجوانوں کو

Http://www.Wahabimazhab.com

وطن کو چھوڑ کر کسی شہر میں جاتاہے اور وہاں کسی ہاسٹل (دارالاقامہ) میں ٹھہرتا ہے۔نئے ماحول میں شروع میں گھبراتا ہے۔گھر کی یاد آتی ہے۔پڑھائی یا ملازمت چھوڑ کر واپس چلے جانے کا ارادہ کرتاہے لیکن حالات کے پیش نظر مجبوراً اُسے پڑھائی یا ملازمت کے لئے رُکنا پڑتاہے۔لہذا وہ نئے ماحول، نئی آبادی، نئے لوگ، نئے ساتھی اور نئے طریقۂ کار سے مانوس ہونے کی کوشش میں حالات سے سمجھوتا کرتاہے۔آہستہ آہستہ اب کچھ دل لگنے لگتا ہے۔ہم عمر ساتھی طلبہ اور ہمعمر ساتھی ملازم کے ساتھ جان پہچان ہوتی ہے اور کچھ ہم عمر ساتھیوں سے دوستی ہوتی ہے۔پھروہ دوستی پروان چڑھکر گہرے تعلق میں تبدیل ہوتی ہے اور پھر وہ تعلق محبت اور وارفتگی کے سنگار میں مزین ہو کر ایک روح اور دو قالب کی اعلیٰ منزل پر متمکن ہوتا ہے۔ایک ساتھ رہنا، ایک ہی درجہ میں ایک ساتھ پڑھنا، ایک ساتھ کھانا، پینا، گھومنا، پھرنا، ایک ساتھ ہاسٹل میں رہنا، ایک دوسرے کے سکھ دکھ آپس میں بانٹنا، ایک دوسرے کے مخلص ہمدرد اور مونس ومددگار بن کر رہنا، وغیرہ تعلقات اتنے وسیع، گہرے، مضبوط، مستقل، قوی، پائیدار اوراٹوٹ بن جاتے ہیں میں گھر جاتا بھی ہے، تو چھٹیوں (Vacation) کہ اب اسے گھر کی یاد نہیں آتی، اب گھر جانے کو جی نہیں چاہتا،بلکہ اگر تعطیلات کے دن بڑی مشکل سے کٹتے ہیں اور ہر لمحہ اپنے رفیق خاص کی یاد ستاتی رہتی ہے۔یہ وہ جذبہ ہے جو رفتہ رفتہ ایک اَن جان اور اَن سمجھ محبت کا روپ دھارن کرتاہے۔رات دن ایک ساتھ رہتے رہتے بے تکلفی، بے حجابی، بے شرمی، بے شعوری، بے ضابتگی، پر مشتمل طورو اطوار اور حرکات اب معمولی امر کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ایک دوسرے سے مذاق، خوش طبعی، چھیڑ چھاڑ، ہنسی، ٹھٹھا، مسخری، وغیرہ بھی عام ہوتے جاتے ہیں۔ کبھی چھوٹی چھوٹی بات پر بحث یا جھگڑا بھی ہوتا ہے۔چند لمحات کیلئے عارضی طور پر قطع تعلق بھی ہوتا ہے۔پھر فوراً صلح یعنی روٹھنا، منانا بھی ہوتا ہے۔ایک دوسرے کو چھیڑنا، چھونا، بوس وکنار میں بھی کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

نو عمری کا عالم۔جوانی کا جوش، ایک دوسرے سے بے پناہ محبت، رات کی تنہائی، قریب قریب لیٹنا، پاس پاس سونا اور پھر ابلیس لعین کا پائوں پھسلنا کوئی بعید بات نہیں۔وہ غیر فطری ارتکاب میں ملوّث ہو جاتا (Teen Ager) کا دخل اور بہکانہ ایسے عالم میں نو عمر ہے اور پھر اس کا ایسا عادی ہوجاتا ہے کہ اردو زبان کے مشہور مقولہ "عادت فطرت ثانیہ ہے" یعنی "پختہ عادت یا طبیعت فطرت بن کی قبیح لت کے دلدل میں ایسا پھنستا ہے کہ مرتے دم تک اس (Sodomy) جاتی ہے۔" کا کامل مصداق بن جاتا ہے اور لواطت سے باہر نہیں نکل سکتا۔(اِلاَّمَاشَائَ اللہ)

اب ہم کتاب "تذکرۃ ارشید" کی پیش کردہ دونوں عبارات کہ جن میں گنگوھی صاحب کے خواب کا تذکرہ ہے کہ گنگوھی صاحب نے مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو بصورت دلھن دیکھا اور گنگوھی صاحب کا نکاح نانوتوی صاحبہ سے ہوا۔ان دونوں عبارات پر اختصاراً اور اشارۃً وکنایۃً تبصرہ کریں۔

Http://www.Wahabinazhab.com

یہ مولوی رشید احمد گنگوھی کی پیدائش ۶، ذی الحجہ ۱۲۴۴ھ کی ہے۔

یہ مولوی قاسم نانوتوی کی پیدائش ۱۳، صفر المظفر ۱۲۴۸ھ کی ہے۔

تذکرۃ الرشید (جدید ایڈیشن) ناشر: دارالکتاب، دیوبند، جلد (۱)، ۳۱

سوانح قاسمی، ناشر، دارالعلوم دیوبند، جلد (۱)، ص: ۱۴۵

مولوی رشید احمد گنگوھی اور مولوی قاسم نانوتوی دونوں نے دہلی میں ایک ساتھ رہ کر دہلی میں واقع اجمیری دروازہ عربک ہائی اسکول کے مدرس اول مولوی مملوک العلی صاحب نانوتوی سے ی میرزاہد ی قاضی ی صدرا ی شمس بازغہ و غیرہ ابتدائی کتب پڑھی تھیں۔مولوی مملوک العلی نانوتوی مدرسہ اسلامیہ۔دیوبند کے مدرس اوّل مولوی یعقوب نانوتوی کے والد تھے۔

اب تاریخ کی روشنی میں دیکھیں کہ مولوی رشید احمد گنگوھی اور مولوی قاسم نانوتوی حصول علم دین کے لئے دہلی کب گئے تھے ؟ ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے مشہور استاد یہی استاد الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب ہیں۔جن کی خدمت میں ہر دو شمس و قمر کو ایک زمانہ میں مدت تک حاضر رہنے اور نخلستان علم کے خوشہ چینی کا اتفاق رہا۔حضرت مولانا قاسم العلوم تو ۱۲۶۰ھ ہجری ہی میں استاد الکل رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی آئے تھے مگر امام ربانی قدس سرہ کو ۱۲۶۱ھ ہجری میں دہلی پہنچنے کا اتفاق پیش آیا۔

تذکرۃ الرشید" (قدیم ایڈیشن)، مؤلف:مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبۃ الشیخ، محلہ مفتی، سہارنپور (یوپی)، جلد نمبر:۱، " ص: ۲۷

تذکرۃ الرشید" (جدید ایڈیشن)، مؤلف:مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: دارالکتاب، دیوبند، سنِ اشاعت ۲۰۰۲ء جلد نمبر:۱، " (۲) ص: ۵۰

مندرجہ بالا اقتباس سے ثابت ہو اکہ

مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب حصول علم کے لئے ۱۲۶۱ھ میں دہلی گئے تھے اور تب ان کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی۔

مولوی قاسم نانوتوی صاحب حصول علم کے لئے ۱۲۶۰ھ میں دہلی گئے تھے اور تب ان کی عمر تیرہ (۱۳) سال تھی۔

Http://www.Wahabimazhab.com

اپنے گھر اور وطن سے دور دھلی جیسے Teen Ager ۱۷، سالہ مولوی رشید احمد صاحب اور ۱۳، سالہ مولوی قاسم نانوتوی یعنی دونوں میں کتنا عرصہ ساتھ رہے ؟ اور طالب علمی کے زمانے میں ان دونوں کے تعلقات Metropolis City بڑے شہر(عروس البلاد) کیسے تھے ؟ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام ربّانی مولانا گنگوھی قدس سرّہ کو قاسم العلوم،زبدۃ الافاضل، مولانا المولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے ساتھ طالب علمی کے زمانہ میں چار سال تک مرافقت و معیت اور ہم سبقی ویک جہتی کے سبب اس درجہ تعلق بڑھ گیا تھا کہ فلک علم کے دونوں شمس و قمر گویا جسم و روح یا گل وبو کا علاقہ رکھتے اور یک جان دو قالب کا مظہر بنے ہوئے تھے

تذکرۃ الرشید" (قدیم ایڈیشن)، مؤلف:مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر : مکتبۃ الشیخ، محلہ مفتی ، سہارنپور (یوپی)، جلد نمبر:۱ ، ص: ''(۱) ۴۰

تذکرۃ الرشید" (جدید ایڈیشن)، مؤلف:مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر : دارالکتاب، دیوبند، سن اشاعت ۲۰۰۲ء جلد نمبر:۱ ، '' (۲) ص: ٦٧

مولوی رشید احمد گنگوھی اور قاسم نانوتوی صاحب طالب علمی کے زمانہ میں صرف چند ماہ یا ایک سال ساتھ نہیں رہے بلکہ پورے چار (۴) سال کا طویل عرصہ ایک ساتھ رہے۔علاوہ ازیں عام طور سے طالب علمی میں سرسری جان پہچان اور دعا سلام کا اوپری تعلق ہوتا ہے۔لیکن گنگوھی صاحب اور نانوتوی کا تعلق "مرافقت ومعیت اور ہمسبقی ویک جہتی کے سبب اس درجہ تعلق بڑھ گیا تھا

اس جملہ کو لغت سے اچھی طرح حل کریں:

☆مرافقت = باہمی میل جول، ہم نشینی، اتحاد باہمی۔(فیروز اللغات، ص: ۱۲۲۴)

☆مَعِیَّت= ساتھ، ہمراہی (حوالہ : ایضًا، ص: ۱۲٦٦)

☆ہم سبق = ساتھ سبق پڑھنے والا، ہم درس، ہم جماعت (حوالہ ؛ ایضًا،ص:۱۴۴۷)

اتحاد، اتفاق، دوستی، (حوالہ : ایضًا،ص۱۴٦۸)

(۲) Full Accord, Unanimity Accord

Http://www.Wahabimazhab.com

(حوالہ :English-Urdu-English Combined Dictionary, by Dr. Abdul Haq, Publisher : Star Pub. Pvt. Ltd. Delhi. Page No. 1458)

گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب عام طلبہ کی طرح نہیں تھے۔ان کا آپس میں جو تعلق تھا وہ سرسری اور عمومی کا نہیں تھا۔بلکہ باہمی میل جول، ہم نشینی، ہمراہی اور باہمی اتحاد کی وجہ سے بے مثل و مثال تھا۔چار سال تک ایک ساتھ۔کھانے، پینے، پڑھنے، اُٹھنے، بیٹھنے، رہنے، سونے، جاگنے، پھرنے کی وجہ سے تعلق اتنا بڑھ گیا تھا کہ بقول سوانح نگار مولوی عاشق العلی میرٹھی" دونوں جسم و روح یا گل و بو کا علاقہ رکھتے تھے اور یک جان دو قالب کا مظہر بنے ہوئے تھے" یعنی دونوں کا رشتہ اب جسم و روح کا رشتہ بن چکا تھا۔روح انسان کے جسم میں سمائی ہوئی ہوتی ہے۔اب دونوں میں سے کون روح اور کون جسم تھا؟ یا دونوں روح اور دونوں جسم تھے؟ یعنی کون کس میں سمایا ہوا تھا؟ یا دونوں ایک دوسرے میں سمائے ہوئے تھے ؟ اور اگر ان کا رشتہ" گل و بو" یعنی پھول اور خوشبو کا تھا، تو پھول میں خوشبو ہی پیوست یعنی جذب ہوتی ہے۔تو ان دونوں میں سے کون پھول او ر کون خوشبو تھا؟ یا دونوں ہی پھول اور خوشبو تھے ؟ یعنی کون کس میں جذب تھا؟ یا دونوں ایک دوسرے میں جذب تھے ؟ اس کی وضاحت میرٹھی صاحب نے نہیں کی۔ البتہ محبت کے کی ضرور نشاندہی کی ہے۔یعنی یہ دونوں طالب (,d vkRek nks 'kjhj) ' ' تعلقات کی آخری منزل"یک جان دو قالب علمی کے زمانہ میں چار (۴) سال کی طویل مدّت تک ایک دوسرے کی محبت، الفت، ہمدردی، چاہت، لگن،پیار، دوستی، عشق، چاہ، فریفتگی، لگائو، باریابی، میلان، علاقہ، دُھن، خیال، رغبت میں ایسے دوچار ہوئے تھے کہ دونوں ایک روح اور دو (۲) جسم کی مثال بنے ہوئے تھے۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک ساتھ گزارے ہوئے حسین دن اور رنگین راتیں گنگوھی صاحب کے ذہن میں پتھر میں کئے گئے نقش کی طرح مُنقّش ہو گئی تھیں۔عالمی شہرت یافتہ عالم اوردیو بندی جماعت کے پیشوا کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود طالب علمی کا زمانہ اور مولوی قاسم نانوتوی کے ساتھ گزارے ہوئے حسین لمحات وہ بھول نہ سکے۔بلکہ:-

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دے،

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے۔

کے مصداق بن کر ماضی کے حسین و دلفریب لمحات کا عکس ان کے تصّور میں اُبھرا کرتا تھا اور تخیل میں ماضی کی یاد کی اتنی بہتات ہوتی تھی کہ رات کو سوتے میں بھی ماضی کے وہ لمحات انگڑائیاں لے کر بشکل خواب رونما ہوتے تھے۔

Http://www.Wahabimazhab.com

آیئے ! اب گنگوھی صاحب کے خواب کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں

ی "ایک بار ارشاد فرمایا : میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ" یعنی سوانح نگار کس درجہ غلو اور چاپلوسی سے کام لے رہا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔اردو ادب میں لفظ "ارشاد" کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی معزز پیشوا رشدو ہدایت پر مشتمل کوئی بات یا نصیحت کرے۔ جب کسی بزرگ شخصیت کا کوئی قول نقل کرنے سے پہلے "ارشاد فرمایا" لکھا جاتاہے، تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اب اس بزرگ کا کوئی ایسا قول نقل کیا جائیگا جو نصیحت اور ہدایت پر مبنی ہے۔لیکن گنگوھی صاحب کا بیہودہ اور گندہ خواب نقل کرنے سے پہلے میر ٹھی صاحب نے لفظ "ارشاد" استعمال فرما کر یہ ذھن دینے کی کوشش کی ہے کہ اب جو خواب نقل کیا جا رہا ہے، وہ قوم کو رشدو ہدایت کی تلقین و تعلیم کرنے والا ہے۔بلکہ اس خواب کے تذکرہ سے قوم کو نصیحت کر کے ہدایت کی راہ پر گامزن کیا جائیگا۔ کتابوں میں بزر گان دین کے نیک خواب شائع کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کو پڑھ کر قوم نصیحت اور ہدایت حاصل کرے۔ لہذا ایسے خواب کی روایت کسی بزرگ سے نقل کرتے وقت راوی ہمیشہ لفظ " ارشاد" کہتا ہے یا لکھتاہے۔گنگوھی صاحب کے خواب کا تذکرہ کرنے میں بھی مؤرخ نے لفظ "ارشاد" لکھ کر بند لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ ہمارے پیشوا گنگوھی صاحب کا جو خواب اب لکھا جا رہا ہے، وہ خواب ہدایت کے خواستگاروں کے لئے مشعل راہ ہے۔خواب کیا ہے ؟ ملاحظہ فرمائیں

ی "مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا" (تذکرۃ الرشید،ص : ۲۸۹ کی عبارت) " مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دلہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا" (ص:۲۴۵، کی عبارت)۔اردو زبان کی مشہور مثل ہے کہ " بلّی کے خواب میں چھچھڑے"۔یہاں دو (۲) باتیں قابل غور و فکر ہیں اور دونوں غیر فطری ہیں۔پہلی بات تو مرد کا دلھن بننا اور جب دلھن بننے والا مرد کوئی مولوی ہو، تب مزید تعجب و حیرت کا احساس ہوتاہے۔ایک داڑھی والا مولوی شخص دلھن کی طرح سج دھج کر زیبائش و آرائش اور بناؤ سنگار کے تمام سامان سے آراستہ و پیراستہ ہوکر اور سرپر لال چندری ڈال کر بیٹھا ہو، یہ منظر ہی عجیب و غریب اور غیر فطری ہے۔ذرا سوچئے تو صرف گنگوھی صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔کیونکہ وہی ایک عینی شاھد ہیں۔صرف انھوں نے ہی اپنی دلھن نانوتوی بیگم کو خواب میں دیکھا ہے۔ان کے علاوہ نوع انسانی کے تمام افراد نانوتوی دلھن کا مشاہدہ کرنے سے محروم ہیں۔صرف (گنگوھی صاحب کی زبانی نانوتوی دلھن کا ذکر سن کر لطف اندوز ہوئے ہیں۔دوسری بات یہ کہ ایک مرد کا دوسرے مرد سے نکاح(۳

چھی... چھی... اور توبہ...توبہ۔ ایک مرد کا دوسرے مرد سے نکاح ہونا ضرور غیر فطری بات ہے لیکن ایک مولوی کا دوسرے مولوی سے نکاح ہونا مزید قبیح ورذیل فعل ہے۔کیونکہ اسلام ایک ایسا مہذب اور فطری دین ہے کہ اسلام نے ایسے غیر فطری افعال قبیحہ، شنیعہ اور رذیلہ کی روک تھام کے لئے اس کے مرتکب کے لئے سخت سزا متعیّن فرمائی ہے علاوہ ازیں عذاب شدید کی وعید بھی سنائی

Http://www.Wahabimazhab.com

ہے۔پیغمبر اسلام سید المرسلین، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ہوگیا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، اس کا علم اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ایک زمانہ کے تعلق سے ایسے سخت (Homosexuality) وہ آئیگا کہ لوگ پھر اس فعل قبیح کی طرف راغب ہوں گے۔لہذا ہم جنس پرستی قوانین نافذ فرما دیئے کہ اس کے مرتکب کیلئے سزائے موت مُتَعَیَّن فرمادی۔قرآنِ مجید میں بھی کئی مقامات پر اس غیر فطری فعل کی سنگینی کا احساس دلایا گیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس غیر فطری کام کی ابتداء حضرت سیدنا لوط علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم نے شیطان کے ایماء اور تعلیم پر کی۔لیکن وہ لوگ بھی آپس میں نکاح نہیں کرتے تھے۔ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ جنسی تعلق قائم کر کے اغلام بازی اور امرد پرستی کے انسانیت سوز مرض میں ضرور مبتلاء تھا۔ان کے یہ غیر فطری افعال عارضی معاہدہ کے ہوتے تھے یعنی کسی مرد کو کسی دوسرے مرد کی طرف رغبت ہوتی تھی، تو وہ دونوں باہمی رضامندی سے ایک دو (۲) دن یا چند دنوں تک ہم جنسی تعلقات قائم کرتے تھے اور پھر الگ ہوکر دوسروں سے تعلقات قائم کر لیتے تھے۔ان کا یہ تعلق زندگی بھر کیلئے نہیں ہوتا تھا بلکہ چند دنوں کیلئے اپنے پسندیدہ فرد کے ساتھ اغلام بازی کر کے اپنی شہوت فاسدہ کی تکمیل اور حصول لذّت کے اتمام کے بعد اجنبی بن جاتے تھے۔ زندگی بھر اس غیر فطری فعل کے ساتھ منسلک رہنے کیلئے نکاح نہیں کرتے تھے۔

لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، لوگوں نے شرم و حیا کے مہذب لباس آہستہ آہستہ اپنے وجود سے زائل کرنا شروع کر دیئے۔زمانۂ ماضی میں ہم جنس پرستی کو اتنا معیوب سمجھا جاتا تھا کہ اس غیر فطری فعل میں ملوّث افراد کو ذلّت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔لیکن انیسویں صدی عیسوی میں ہم جنس پرستی کی لعنت دنیا میں عام ہوتی گئی اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ممالک نے اسے قانونی پہنا کر ہم جنسوں کے تعلقات کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا۔مثلاً (Iron Armor) تحفظ کی زرہ

(۱)

(Poland) ۱۹۳۲ء میں پولینڈ

(۲)

(Denmark) ۱۹۳۳ء میں ڈنمارک

Http://www.Wahabimazhab.com

(۳)

(Sweden) ۱۹۴۴ء میں سویڈن

(۴)

(Britan) ۱۹۶۷ء میں برطانیہ

(۵)

(Norway) ۱۹۹۶ء میں ناروے

(۶)

(Island) ۱۹۹۶ء میں آئس لینڈ

(۷)

(Finland) ۲۰۰۲ء میں فن لینڈ

(۸)

(Netherlands) ۲۰۰۱ء میں نیدرلینڈ

(۹)

(Belgium) ۲۰۰۳ء میں بیلجیم

(۱۰)

(Spain) ۲۰۰۵ء میں اسپین

Http://www.Wahabimazhab.com

(۱۱)

۲۰۰۵ء میں کناڈا (Canada)

(۱۲)

۲۰۰۷ء میں نیپال (Nepal)

وغیرہ ملکوں نے ہم جنسی جیسے مہلک اور بھیانک ارتکاب (Australia) اور آسٹریلیا (South Africa) علاوہ ازیں جنوبی افریقہ کی فہرست سے خارج کر دیا اور مذکوہ ممالک میں سے بعض ممالک نے تو ہم جنسوں کی شادی کو قانونی طور پر (Crimes) کو جرائم تسلیم کر لیاہے۔

خیر! یہ تو غیر اسلامی ممالک کے یہودی اور نصرانی باشندوں کے ہم جنسی تعلقات اور باہمی شادی کے روابط کے تعلق سے گفتگو ہوئی۔ لیکن ہم قارئیسن کی توجہ ایک نکتہ کی طرف مرکوز کرانا چاہتے ہیں کہ۔

یہ ایک لائق مذمّت غیر فطری اور قبیح فعل ہے۔اس روئے زمین پر (Sodomy) ایک مرد اپنی شہوت کسی مرد سے پوری کرے اسکے مرتکب ہزاروں سال سے ہیں۔لیکن ایک مرد کسی مرد سے شادی کرے یہ قباحت عام ہونے کو طویل عرصہ نہیں ہوا بلکہ بہت قلیل عرصہ ہواہے۔البتہ غیر جنسی تعلقات کو جرائم کی فہرست سے خارج کرکے قانونی تحفظ دینے کی ابتداء ۱۹۳۲ء میں پولینڈ نے دیا ہے۔المختصر! (Netherland) نے کی ہے اور ہم جنسوں کو شادی کا حق سب سے پہلے ۲۰۰۱ء میں نیدرلینڈ (Poland) ۲۰۰۱ء سے پہلے ہم جنسوں کی باہمی شادی کا تصوّر بھی نہیں کیا جاتا تھا۔بلکہ ہم جنسوں کی شادی کا کسی کو خیال تک بھی نہ آیاتھا کیونکہ یہ ایک بعید از عقل اور قیاس سے ماوراء فعل تھا۔

لیکن ہم جنسوں کی شادی کا تصوّر ۱۹۰۵ء سے پہلے دیوبندی مکتبۂ فکر کے پیشوا نے مشتہر کیا۔وہابی، دیوبندی جماعت کے پیشوا اور تبلیغی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوھی کا انتقال ۸،جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ مطابق گیارہ (۱۱) اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ ہواہے (حوالہ :- تذکرۃ الرشید (جدید ایڈیشن) جلد نمبر (۲)،ص: (۴۱۳)) اور جناب گنگوھی صاحب نے مولوی قاسم نانوتوی کے ساتھ اپنا نکاح ہونے کا خواب اپنی محفل میں بیان کیاہے۔یہ خواب انھوں نے کب دیکھا؟ خواب کو اپنی محفل میں اپنے احباب کے سامنے کب بیان کیا؟ اس کی وضاحت تذکرۃ الرشید کے مؤلف نے نہیں کی۔ البتہ اتنا تو یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گنگوھی صاحب نے

http://www.wahabimazhab.com

اس خواب کو اپنی حیات ناپاک میں بیان کیاہے اور گنگوھی صاحب ۱۹۰۵ء میں موت کی آغوش میں چلے گئے لہذا اتنا تو ہر کوئی شخص یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ یہ خواب ۱۹۰۵ء سے قبل کا ہے۔

۱۹۰۵ء سے قبل دنیا کے کسی بھی خطے میں ہم جنسوں کے باہمی نکاح کا کسی کو خیال بھی نہ آیا تھا۔البتہ ہم جنسی تعلقات کی بدی صدیوں سے رائج تھی اور پوری دنیا میں اس بدی کی مذمت وتذلیل کی جاتی تھی اور ہر مذہب اور ہر سماج نے اسے غیر فطری کام قرار دے کر اس فعل کے مرتکب کیلئے کڑی اور سخت سزا مقرّر کی تھی۔اور اس فعل قبیح کو جرائم کی فہرست میں نمایاں طور پر درج کیا تھا۔لیکن ۱۹۰۵ء کے بعد اس غیر فطری کام سے گھِن اور نفرت میں کمی واقع ہونی شروع ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ۱۸۹۵ء زیادہ عمر والے (Protocols of Elders) نے (Zionist) سے ۱۹۰۰ء کے درمیان یہودیوں کی عالمی تحریک صیہونی کے تحت خفیہ تحریک چلائی اور ہم جنس پرستی کو مقبول عالم اور (Resolution) کے حکومتی معاہدے کے منصوبہ (Seniors) کا انعقاد کر کے اس کو خفیہ طور پر رائج کیا (Secret Meetings) اسے قانونی تحفظ دینے کی جد وجہد شروع کی اور خفیہ اجلاس ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۵ء یعنی دس (۱۰) سال تک یہ تحریک خفیہ طور پر چلائی گئی۔پھر ۱۹۰۵ء میں پروفیسر " سرگوئی نلوسؒ" نام کے پادری نے علی الا علان دنیا کے سامنے ہم جنس پرستی کا مناسب ہونا وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔پھر کیا تھا؟ (Russian) ایک روسی یورپی اور مغربی ممالک میں ہم جنس پرستوں کی حمایت اور سرپرستی کا آغاز ہوا اور ۱۹۳۲ء سے ۲۰۰۱ء تک ستر (۷۰) سال کے سے کی جانے والی نفرت میں آہستہ آہستہ (Homosexuality) عرصہ میں مغربی تہذیب کے دلدادہ ممالک میں ہم جنس پرستی کمی واقع ہونے لگی اور ایک وقت ایسا آیا کہ نفرت اب حمایت میں تبدیل ہوگئی۔ممالک نے اس قابل مذمت فعل کو جرائم کی فہرست سے خارج کر کے اسے جائز اور مناسب قرار دیا۔ (Crime)

لیکن !! ابھی تک ہم جنسوں کی باہمی شادی کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیاگیا۔۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۵ء تک کے عرصہ میں بیلجیم نے ہم جنسوں کی باہمی شادی کو قانونی طورپر تسلیم کر کے پوری دنیا میں (Canada) اور کناڈا (Spain) اسپین (Belgium) ہلچل مچادی

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے اب ہم اس بحث کے ماحصل اور اہم نکات کی طرف قارئین کرام کی توجہ ملتفت کراتے ہیں کہ

☆۱۹۰۵ء میں ایک روسی پادری نے ہم جنس پرستی (اغلام بازی) کے مناسب ہونے کا اعلان کیا۔اور عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۰۵ء میں انتقال کرنے والے وہابی دیوبندی جماعت کے آنجہانی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوھی نے ۱۹۰۵ء سے پہلے ہم جنسوں کی باہمی شادی کا میں خود کو بتایا۔ (Role) خواب مشتہر کردیا اور شادی کے اس خواب میں دولھا کے روپ

Http://www.Wahabimazhab.com

☆ہم جنسوں کی باہمی شادی کو قانونی طور پر ۲۰۰۱ء میں تہذیب اور اخلاق سے نابلد ممالک نے تسلیم کیا لیکن ۱۹۰۵ء سے پہلے تقریباً ایک صدی پہلے ہم جنسوں کی باہمی شادی کی تقریب کا خواب مولوی رشید احمد گنگوھی نے مشتہر کر کے دنیا بھر کے اغلام بازوں کے لئے راستہ ہموار کرکے امید کی کرن جگمگا دی کہ جب ایک مولوی مرد دوسرے مولوی مرد کو دلھن کی صورت میں دیکھ کر اس سے شادی کا خواب دیکھ سکتا ہے، تو ہم کس کھیت کی مولی ؟ مولوی صاحب نے خواب میں جو کیا، وہ ہم حقیقت میں کر دکھا تے ہیں۔ بھلا ہو مولوی صاحب کا ! مرد سے مرد کی شادی کا خواب دیکھا اور اس کو مشتہر کر کے ہمارے لئے دائمی طور پر اغلام بازی کرنے کی راہ ہموار کردی۔ ان کے خواب کو ہم شرمندۂ تعبیر کر دکھاتے ہیں۔ ذہنیت نکاح مرد از مرد کا سہرا تو مولوی صاحب کے سر پر ہی باندھنا چاہئے کیوں کہ اگر بنظرغائر دیکھا جائے تو گنگوھی صاحب اس مفسدو خطرناک تحریک کے اولین محرک نظر آتے ہیں۔ اپنے ہم جنس محبوب کے ہجر میں تڑپنے والے اغلام بازوں پر ان کا تا قیامت احسان رہیگا کہ وصلِ ہم جنس محبوب کی آرزو اور تمنّا میں بے چین و بیقرار دلوں کیلئے سامانِ تسکین مہیا کرنے کی ذہنیت اُن کے طفیل ہی ملی۔

ی گنگوھی صاحب نے خواب بیان کیا کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ مولوی قاسم دلھن بنے ہوئے ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا۔ پھر آگے خواب بیان کرتے ہیں کہ " سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے، اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے" یعنی شوہر اور بیوی کے ازدواجی تعلقات میں ایک دوسرے کو جس طرح فائدہ پہونچتا ہے بالکل اسی طرح گنگوھی صاحب کو نانوتوی صاحب سے اور نانوتوی صاحب کو گنگوھی صاحب سے فائدہ پہونچاہے۔ زن وشوہر نکاح کے مقدّس رشتہ سے بندھ کر ایک دوسرے کے رفیق حیات بن کر بے شک ایک دوسرے کو بے شمار فائدے پہونچاتے ہیں لیکن ان کے رشتہ کی ابتداء جنسی تعلقات سے ہوتی ہے۔ اور اسی جنسی تعلق کے طفیل انھیں ایک سال کے بعد ماں اور باپ کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے رشتہ کی بنیاد ہی جنسی تعلق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نوع انسانی کی بقاء اور دوام کیلئے مرد اور عورت کے جنسی تعلق کو سبب بنایا ہے اور اس میں ایسی لذت، سکون، لطف، مزہ، ذائقہ، حلاوت، رغبت، میلان، خواہش، آرزو، ارمان، شوق، مٹھاس، شیرینی، راحت، آرام، سُکھ، چاہ اور چسکا رکھا ہے کہ نوعِ انسانی کی اکثریت اس کے حصول کو اپنا مقصدِ حیات بنائے ہوئے ہے اور اس کی حرص و ہوس میں جان توڑ جد و جہد میں جان باختہ ہے۔

اگر کسی مرد اور عورت کیلئے یہ کہا جائے کہ اِن کا رشتہ زن اور شوہر یا میاں اور بیوی کا ہے، تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان دونوں میں جنسی تعلق قائم ہے۔ مرد اور عورت نکاح کے بعد جنسی تعلق قائم کریں یہ ایک فطری امر ہے۔ جسے دنیا کے ہر مذہب اور ہر سماج نے روا رکھا ہے۔ لیکن ایک مرد دوسرے مرد سے نکاح کرے یا جنسی تعلق قائم کرے یہ ایک ایسا قبیح، معیوب، بُرا، شرمناک، نازیبا، غیر مناسب، ناپسندیدہ، نامعقول، غیر موزوں، بے جا اور ناخوشگوار غیر فطری کام ہے جس کی ہر مذہب وسماج نے

Http://www.Wahabimazhab.com

مذمت کی ہے اور اپنی قلبی نفرت کا مظاہرہ کیا ہے۔گنگوھی صاحب اپنے خواب کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ میں نے اور مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے مثل میاں بیوی ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کیا ہے۔میاں بیوی کوسب سے پہلا فائدہ جنسی تعلق کی مسرت کا حاصل ہوتا ہے۔یہ حقیقت ا سقدر عام ہے کہ ہر شخص اس سے واقف ہے۔گنگو ھی صاحب نے نانوتوی صاحبہ سے بیوی کا سا فائدہ حاصل کرنے کی بات جوش جنوں اور جزبۂ عشق کی سیلاب میں بہک کر کہہ تودی لیکن فورًا خیال آیا کہ ہائے ہائے ! میں نے رازِ سربستہ فاش کر دیا۔راز نہاں کو عیاں کردیا۔خفیہ راز کی بات منہ سے نکل گئی۔اب کیاہو گا ؟ منہ سے نکلی کوٹھوں چڑھی اور منہ سے نکل ہوئی پرائی بات والی مثل کے مطابق اب یہ راز و نیاز کی باتیں عوام الناس کے مابین مشہور ہو جائیں گی اور میری عزت دو کوڑی کی نہ رہگیی اور عزت میں بٹا لگ جائیگا۔یہ خیال آتے ہی گنگوھی صاحب نے بات کو حسین موڑ دینے کی سعئی ناکام کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اُنھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے اُنھیں مرید کرا دیا"۔ یہاں جس "حضرت رحمۃ اللہ علیہ" کا ذکر ہے، اس سے مراد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ہیں، جو مولوی رشید احمد گنگوھی ، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیرو مرشد ہیں۔بات کو کیسا حسین رخ دیا جا رہا ہے۔پہلے تو یہ کہاکہ نانوتوی صاحب بشکل دلھن بیٹھے ہوئے خواب میں نظر آئے اور میرا اُن سے نکاح ہوا۔یعنی گنگوھی دولھا بنے اور نانوتوی صاحب اب نانوتوی صاحبہ بن کر گنگوھی صاحب کی بیگم بنے۔وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے دو (۲) پیشوا خواب میں ازدواجی رشتہ سے منسلک ہوئے۔ جناب پروفیسر خالد محمد مانچسٹری صاحب کو اُن کے دو (۲) پیشواء کی ہم جنسی شادی کی مبارک بادی...مبارک...مبارک !!! مانچسٹری صاحب خوشیاں مناؤ، دولھا دلھن کی جوڑی سلامت رہے کی دعا مانگو۔اگر جشن شادی کی تہنیت میں مٹھائی تقسیم کرو، تو براہ کرم ہمیں مت بھیجنا۔ہم گیارہویں شریف کی مٹھائی کھانے والے ایسی ناروا اور غیر فطری شادی کی مٹھائی نہیں کھاتے۔ہم آپ سے شادی کی مٹھائی کا تقاضانہیں کرتے۔البتہ ہمارا ایک تقاضا بطورِ قرض آپ کے سر ہے کہ براہ کرم آپ ہمیں یہ تفصیلات فراہم کریں کہ ہ شادی میں مہر کی رقم کتنی طے پائی تھی ؟ ہ نانوتوی صاحبہ کو جہیز میں کیا دیا گیاتھا ؟ ہ نکاح کے وکیل اور گواہ کون تھے ؟ یا پھر بغیر وکیل و گواہ ہی بند کمرے میں باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کو شوہر اور گھروالی تسلیم کرلیا تھا ؟

خیر! گنگوھی صاحب اپنے خواب کے نکاح کا تذکرہ کرکے اپنی بیگم نانوتوی صاحبہ سے ازدواجی رشتہ سے بندھنے کے بعد جس فائدہ کی بات کرتے ہیں، وہ بدبودار نجاست کے ڈھیر پر ریشمی چادر ڈالنے کے مترادف ہے۔یعنی گنگوھی صاحب کی نانوتوی صاحبہ سے ہوئی غیر فطری شادی کا صرف ایک ہی فائدہ ہوا کہ بیگم نانوتوی صاحبہ نے ازدواجی زندگی کا حق اور فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے پیارے شوہر گنگوھی صاحب کے سامنے حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی صاحب کی اتنی زیادہ تعریف کی اور اتنی خوبیاں و اوصاف بیان کئے کہ

Http://www.wahabimazhab.com

گنگوھی صاحب اپنی جاں‌نثار اور وفادار پیاری بیگم کی پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی دل کو بھاتی باتوں پر اعتماد کر کے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی کے ہاتھ پر بیعت کر کے مرید ہوگئے اور بیگم نانوتوی صاحبہ کو اس غیر فطری نکاح کا یہ فائدہ ہو ا کہ بیگم نانوتوی صاحبہ کی رہنمائی کی وجہ سے گنگوھی صاحب کو حاجی امداد اللہ صاحب جیسے پیرو مرشد ملے، تو گنگوھی صاحب نے بھی ایک شفیق شوہر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنی ہمدرد اور محسنہ پیاری بیگم نانوتوی صاحبہ کے احسان کا بدلہ چکاتے ہوئے اپنے پیرومرشد حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکّی سے سفارش کرکے اُنھیں بھی حاجی صاحب سے بیعت کرادیا۔یعنی گنگوھی صاحب نے نانوتوی صاحب سے نکاح کے خواب میں جو کہا کہ "جس طرح مرد اور عورت کو جو فائدہ پہونچتا ہے، ایسا ہی فائدہ ہم دونوں کو پہونچا ہے" اس کی وضاحت بلکہ اپنا دفاع کرتے ہوئے(۴) گنگوھی صاحب یہ ذھن دینا چاہتے ہیں کہ مثل زن و شوہر ہم دونوں نے جو ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو حاجی امداداللہ مہاجر مکّی صاحب سے مرید کرایا ہے۔

ی اگر یہی مراد ہے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ "جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے" کیا مرد اور عورت صرف اسی لئے نکاح کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کسی کامل پیر سے مرید کرادیں؟ کیا مرد اور عورت نکاح کے بعد جنسی تعلق قائم ہی نہیں کرتے ؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زن و شوہر نکاح کے بعد ضرور جنسی تعلق قائم کرتے ہیں۔نکاح کے بعد کی پہلی شب جس کو "سہاگ رات" کہا جاتا ہے۔اس رات سے دونوں میں جنسی تعلق قائم ہوتا ہے اور جنسی تعلق کو جائز اور مناسب قرار دینے کیلئے ہی نکاح ہوتا ہے۔عوام کی اصطلاح میں نکاح کا معنی ہی یہی ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جنسی تعلق کا قائم ہونا۔دونو ں ایک دوسرے سے محظوظ اور لطف اندوز ہو تے ہیں۔اور اسی کو فائدہ کہا جاتا ہے۔جو ایک کو دوسرے سے پہونچتا ہے۔ گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب نے مثل زن و شوہر فائدہ اٹھایا۔اس حقیقت کا تو گنگوھی صاحب اعتراف کرتے ہیں لیکن جو فائدہ اُٹھایا ہے اس کی بے تکی تاویل کرتے ہیں کہ ہم نے مثل زن و شوہر فائدہ ضرور اُٹھایا ہے۔لیکن ہمارا یہ فائدہ جنسی تعلق سے بری اور بعید ہے۔ہم نے ایک دوسرے کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی سے مرید کرانے کیلئے نکاح کا فائدہ اُٹھایا ہے۔

کیسی غیر موزوں، بے ڈھنگی اور بے جوڑ تاویل گنگوھی صاحب کررہے ہیں۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب سے ہم دونوں نے ایک دوسرے کو مرید کرایا ہے،یہ بات بتانے کیلئے باہمی جنسی اور غیر فطری نکاح کی منظر کشی کرنا، نانوتوی صاحب کو دلھن کے کرکے دکھانا، پھر مثل زن وشوہر باہمی لطف اندوزی اور حصول فائدہ کا ذکر کرنا، ایسا غیر مربوط (Decorated) بناؤسنگار میں مزیّن اور بے میل تذکرہ ہے کہ جس کا زمین آسمان پر ٹھکانا نہیں لگتا۔گنگوھی صاحب کی اس بے تکی اور بے ربط تاویل کے ضمن میں یہ مثال نہایت ہی موزوں ثابت ہو رہی ہے کہ کوئی شخص اپنا خواب یوں بیان کر کے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت بڑے شراب خانہ میں ہوں۔سو جس طرح شرابی لوگ شراب سے لطف اندوز ہو تے ہیں، اسی طرح میں بھی لطف اندوز ہوا۔ایک ڈول

Http://www.Wahabimazhab.com

شراب کی بھرکے اس سے وضو اور غسل کر کے نماز پڑھی۔توبہ...توبہ...جب وضو اور غسل کر کے نماز پڑھنی تھی، تو شراب خانہ میں جاکر شراب کی ڈول بھرکے وضواور غسل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کسی مسجد کے حوض سے وضو، غسل کرلینا تھا۔اسی طرح اگر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے مرید ہونے کا ایک دسرے کو فائدہ پہونچانا تھا تو غیر فطری اور ہم جنسی نکاح کرنا اور مثل شوہر و بیوی ایک دوسرے کو فائدہ پہونچانے کی بات کرنا کیا معنی رکھتی ہے ؟ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور تھا۔ماضی کے دھندھلے نقوش ایّام رفتہ کی گرد کی دبیز تہ میں دبے ہوئے تھے جو اچانک انگڑائی لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بشکل خواب ذھن کے پردے پر اُبھر آئے تھے، جو بیساختہ بھری محفل میں بیان کردیا اور افشائے راز ہوگیا۔بقول شاعر

{ندامت ہوئی حشر میں جنکے بدلے = جوانی کی دو چار نادانیاں تھیں}

ی گنگوھی صاحب نے خواب کی نہاں کیفیت بھری محفل میں بیان کر کے عیاں کردی اور اپنی عقل کا چراغ گل ہو جانے کا ثبوت پیش کردیا۔گنگوھی صاحب کی محفل میں بیٹھنے والے ان کے مریدین، محبین اور متعلقین بھی عقل کا دیوالہ نکالنے میں گنگوھی صاحب سے دو(۲) نہیں بلکہ چار قدم آگے تھے۔گنگوھی صاحب کی چمچاگیری، خوشامد اور چاپلوسی کرنے میں دماغ کو مغز سے خالی کر کے ہربات میں ہاں جی ہاں جی کیا کرتے تھے بلکہ کریلا اوروہ بھی نیم چڑھا والی مثل کے مصداق بن کر ایسی احمقانہ اور جاہلانہ تائید و توثیق کرتے تھے کہ چور کا بھائی گٹھ کترا ہی محسوس ہوتے تھے۔

گنگوھی صاحب نے اپنا نکاح نانوتوی صاحب کے ساتھ ہونے کاخواب اپنے چمچوں کے سامنے بیان کیا۔حالانکہ وہ خواب اتنا گھٹیا قسم کا تھا کہ معمولی عقل وفہم رکھنے والا بھی اسے سن کر بیزار ہوجائے۔لیکن ایسے قابل نفرت اور گھناؤنا خواب سن کر گنگوھی صاحب کے چمچے حکیم محمد صدیق کاندھلوی نے ایسے گندے خواب کو موزوں اور مناسب ثابت کرنے کیلئے قرآن مجید کی مقدّس آیت کریمہ کو بے محل وبے موقع چسپاں کر کے اندھا گائے۔بہرا بجائے والی مثل کو صادق کر دیا ہے۔

قرآنِ مجید، پارہ(۵)، سورہ نساء کی آیت نمبر (۳۴)"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَیٰ اَلنِّسَآئِ" ترجمہ :-"مرد افسر ہیں عورتوں پر" اس آیت کے ضمن میں تفصیلی تبصرہ کرنے کا مُصمَّم ارادہ تھا لیکن " داڑھی والی دلھن" عنوان کا مضمون اتنا طویل ہوگیا ہے کہ اب بالا ختصار عرض خدمت یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنائے رکھنے اور میاں بیوی کے تعلقات میں تنازع، جھگڑا، رنجس، عداوت، اختلاف جیسے قبیح معاملات کا دخل روکنے کے لئے اور معاشرے کے نظام کو حسن سلوک کے اخلاقی گوہر سے مزیّن اور آراستہ کرنے کیلئے شوہر اور بیوی کے مراتب و منصب کا فرق واضح کرنے کیلئے عورتوں پر مردوں کی حکمرانی بیان فرمائی گئی ہے۔

Http://www.Wahabimazhab.com

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں تفسیر کی معتبر و معتمد کتب تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیع جو انصار کے نقیب تھے۔ ان کی شادی حضرت زید بن زبیر کی بیٹی حضرت حبیبہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت سعد نے اپنی بیوی کو نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہوکر ایک طمانچہ مار دیا۔ حضرت حبیبہ کے والد اپنی بیٹی کو لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور استغاثہ کیا کہ داماد سعد نے بیٹی حبیبہ کو طمانچہ مارا ہے۔ لہذا داماد سے قصاص دلوایا جائے۔ یعنی بیٹی حبیبہ کو اجازت دی جائے کہ وہ داماد سعد کو تھپڑ کے بدلہ میں تھپڑ مار لیں۔ اس مطالبۂ قصاص پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ حکم نافذ فرما دیا گیا کہ بیوی اپنے خاوند سے تھپڑ کا قصاص نہیں لے سکتی۔

المختصر! اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بزرگی دی ہے۔ گھریلو معاملات میں خاوند کو بادشاہ کا منصب حاصل ہے اور بیوی گھر کے وزیر کا رتبہ رکھتی ہے۔ خاوند گھر کا بادشاہ ہے اور بیوی بچے رعیت ہیں۔ بیوی بچوں کا نان و نفقہ و دیگر ضروریات پورا کرنے کے لئے شوہر محنت و مشقت برداشت کرکے کماتا ہے۔ بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری شوہر کے سر ہوتی ہے۔

اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ گنگوھی صاحب کے گندے خواب کو اس آیت سے کوئی نسبت ہے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ پھر بھی گنگوھی صاحب کی چاپلوسی اور چمچاگیری کا حق ادا کرتے ہوئے حکیم محمد صدیق کاندھلوی نے بے تکی تطبیق اور بے جا ربط کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ چسپاں کرنے کی مذموم حرکت کی ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ چمچے کی بات کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے بلکہ اس کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے گنگوھی صاحب نے فرمایا کہ "ہاں، آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں" یعنی گنگوھی صاحب کے غیر فطری نکاح کے خواب کے تعلق سے حکیم محمد صدیق کاندھلوی نے قرآنِ مجید کی مقدّس آیت کریمہ "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآئِ" سے غلط استدلال کرنے کی جو قبیح جرأت کی ہے، اسے گنگوھی صاحب سراہتے ہیں کہ ہاں! ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مرد اور عورت یعنی خاوند و بیوی کے مابین جو جنسی تعلق (Intercourse) ہوتا ہے (وطی یا ہمبستری یا اس کے نتیجہ میں جو بچّے پیدا ہوتے ہیں، انکی پرورش شوہر کرتا ہے۔ ہاں! ہاں میں بھی ایک فرض شناس شوہر کی حیثیت سے نانوتوی صاحب کے بچوں کی تربیت یعنی پرورش کرتا ہوں۔ عبارت میں "تربیت کرتا ہوں" کا جملہ نہیں بلکہ "تربیت کرتا ہی ہوں" کا جملہ ہے یعنی عبارت میں لفظ "ہی" وارد ہے۔ لغت میں لفظ "ہی" کے چند معنی مرقوم ہیں۔ ہ اکیلا ہ تنہا ہ محض ہ صرف ہ ضرور ہ فقط وغیرہ۔ علاوہ ازیں اسے حرف تاکید بھی کہتے ہیں یعنی کسی جملہ کو موکّد یعنی تاکید و اصرار کے ساتھ کہتے وقت "ہی" کا استعمال ہوتا ہے۔ یعنی گنگوھی صاحب مذکورہ آیتِ کریمہ کے ضمن میں یقین اور زور دے کر اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب سے پیدا شدہ بچوں کی میں اکیلا ضرور پرورش کرتا ہوں۔ یعنی بند لفظوں میں گنگوھی صاحب نے نانوتوی صاحب کے ساتھ زوجیت کے قیاسی رشتہ کا اعتراف کرلیا ہے۔

Http://www.Wahabimazhab.com

ی صرف قیاسی رشتۂ زوجیت تک ہی گنگوھی صاحب محدود نہیں رہے۔بلکہ طالب علمی کے زمانے میں چار سال تک ایک ساتھ کھا،پی،اُٹھ،بیٹھ،سو،جاگ، پڑھ اور رہ کر گزارے ہوئے سہانے دنوں کی رنگین یادیں گدگدانے لگیں۔ماضی میں اپنے یارو محبوب کے ساتھ پیار و محبت کے لمحات حسین یادوں کے گلدستے لیکر دماغ کے دریچے کو کھٹکھٹانے لگے۔ ادھورے اور مرجھائے ہوئے ارمان جو دل کے ویران کونے میں کاہلی اور اُداسی کا لبادہ اُوڑھ کر بے حس و حرکت خوابیدہ تھے، وہ یکایک ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ انگڑائیاں لیتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا یار سپنوں کی رانی بن کر بشکل دلھن خواب میں زوجیت کے رشتہ سے منسلک ہوتا نظر آنے لگا۔لیکن خواب بھی بالآخر خواب ہی ہے۔آنکھ بند ہونے کے عالم میں نظر آنے والے سنہرے منظر آنکھ کھلتے ہی ھباءً منثورًا ہوکر کافور ہو جاتے تھے اور دل مضطر کو بیقراری کی شدّت اور اذیت پہونچاتے تھے۔صبر و تحمّل کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا اور ایک وقت وہ آیا کہ پیمانہ چھلک گیا۔پھر کیا ہوا ؟ری محفل میں گنگوھی صاحب نینوتوی صاحب کو ایک چار پائی پر...؟

قارئین کرام پہلے مندرجہ ذیل حکایت کا بغور مطالعہ فرمائیں

حکایت : ۳۰۵

حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیھما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ' ' گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔حضرت گنگوھیؒ اور نانوتویؒ کے مرید و شاگرد سب جمع تھے۔اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرماتھے۔کہ حضرت گنگوھی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرالیٹ جاؤ۔حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے۔مگر حضرت نے پھر فرمایا تو مولانا بہت ادب کے ساتھ چیت لیٹ گئے۔حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا۔جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو۔یہ لوگ کیا کہیں گے۔حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو" حاشیہ حکایت =۳۰۵۔اس سے زیادہ خود داری کی فنا کی نظیر کیا ہوگی۔کیا اہل تصنع ایسا کر سکتے ہیں۔ان پر تو یہ موت سے زیادہ گراں ہے اور مولانا گنگوھی کا یہ حال تھا کہ رنگ فنا خجلت پر غالب تھا اور مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدے سے غالب کر دیا۔ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست۔

(۱) '' حکایات اولیائ"، از :مولوی اشرف علی تھانوی، مع اشرف التنبیہ وحاشیہ، ناشر: زکریا بک ڈپو، دیوبند، ضلع: سہارنپور (یوپی)، حکایت نمبر: (۳۰۵)، ص : (۲۷۳

Http://www.Wahabimazhab.com

ارواح ثلٰثہ"،؟ از: مولوی اشرف علی تھانوی، باہتمام: مولوی ظہور الحسن کسولوی، ناشر: کتب خانہ امداد الغربائ۔ سہارنپور (یوپی) '' (۲) (، حکایت نمبر:(۳۰۵)، ص:(۲۸۹

وھابی ، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد "حکیم الامت" اور "مجدد" مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اس واقعہ کو روایت فرماتے ہیں، یہی ایک بات ہی اس واقعہ کی صحت کیلئے دیوبندی مکتبہ فکر کیلئے کافی ہے۔ لیکن تھانوی صاحب اس واقعہ کے صحیح ہونے کے ثبوت میں اپنی جماعت کے دو (۲) معتبر راویوں کا حوالہ پیش کررہے ہیں اور ان دونوں راویوں نے کسی سے سن کر نہیں بلکہ بھری مجلس میں حالت بیداری میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد روایت کیا ہے۔ ان کی حیثیت تھانوی صاحب کے نزدیک "ثقہ راوی" یعنی معتبر اور معتمد راوی کی ہے۔ یعنی نے جو واقعہ تھانوی صاحب سے روایت کیا اور ان سے سماعت کر کے تھانوی صاحب نے جو واقعہ کتاب میں بیان کیا ہے وہ سوفیصد(100٪)سچا واقعہ ہے۔ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، کسی کا گھڑا ہوا یا گپ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی اور سچ مچ وقوع پذیر معاملہ ہے۔ جس کے سچ ہونے میں ذرّہ برابر بھی شک و شبہ کا امکان نہیں۔ اسی لئے تو واقعہ بیان کرنے سے پہلے تھانوی صاحب نے معتبر راویوں کے نام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب، عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیھما نے بیان فرمایا کہ" کیا بیان فرمایا ؟

ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوھی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات ' ' بھی وہیں مجمع میں تشریف فرماتھے" یعنی جو معاملہ وقوع پذیر ہوا، وہ تنہائی میں، بند کمرے میں نہیں ہوا بلکہ بر سرعام یعنی کھلم کھلا ہوا ہے۔ انجان اور پرائے لوگوں کے سامنے نہیں ہوا ہے بلکہ اپنے خاص الخاص احباب یعنی مریدوں اور شاگردوں کی موجودگی میں ہوا ہے۔ صرف دو پانچ یا دس بارہ مرید و شاگرد کے سامنے نہیں ہوا ہے بلکہ بقول تھانوی صاحب "مریدو شاگرد سب جمع تھے" یعنی جمعیت طلبہ اور حلقۂ مریدین سب کے سب جمع تھے۔ ان مریدوں اور شاگردوں کے پیر صاحب اور استاد محترم بھی یک روح۔ دو قالب کی حیثیت سے موجود تھے۔ یعنی گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب بھی اس محفل میں جلوہ افروز تھے۔

گنگوھی صاحب طالب علمی کے زمانہ سے نانوتوی صاحب سے جسم و روح کا تعلق رکھتے تھے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ گنگوھی صاحب کو خواب میں ایسے مناظر نظر آنے لگے کہ نانوتوی صاحب دلھن بنے ہوئے ہیں اور گنگوھی صاحب کا نکاح نانوتوی صاحب (صاحبہ) سے ہوا۔ رشتہء زوجیت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچا۔ جیساکہ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے۔ گنگوھی صاحب کے تخیل اور تصوّر میں نانوتوی بیگم کا وجود ایسا چھایا

Http://www.Wahabimazhab.com

ہوا تھا کہ فنائیت کی منزل عبور کر چکا تھا۔ آج شاگردوں اور مریدوں سے کھچا کھچ بھری محفل میں نانوتوی صاحب کی موجودگی نے دل کے خاموش اور سوئے ہوئے ارمانوں کو اتنا زور سے جھنجھوڑا کہ گنگوھی صاحب کے صبر و تحمل کا پیمانہ چھلک گیا اور بقول شاعر۔

بنتی نہیں ہے صبر کو رخصت کئے بغیر

کام ان کی بیقرار نگاہوں سے پڑ گیا

صبر و تحمل کا دامن گنگوھی صاحب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بلکہ "پیار کیا، توڈرنا کیا؟" والا معاملہ ہوگیا۔ اب تک جس کی محبت کا چھپ چھپ کر دم بھرتے تھے اور ہجر کی آگ میں اپنے دل کو جلاتے تھے بلکہ بھُونتے تھے اور نتیجتاً جو دھواں اٹھتا تھا، اس سے دم گھٹتا تھا۔ عرصہ دراز سے اس گھٹن کو ضبط کر کر کے اُکتا گئے تھے۔ دل میں امنڈتے ہوئے ارمانوں کے سمندر کو آج تک قابو میں رکھا۔ لوگوں اور سماج کے پاس ولحاظ نے شرم وحیا کے دائرے میں محدود اور مقیدّ کر رکھا تھا اور "شرم والے کے پھوٹے کرم" اور "شرم ہی شرم میں کام تمام ہوا" والی امثال پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے لقائے محبوب سے محروم و مایوس ہی رہا۔ لہذا اب "شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں آید" والی مثل کو اپنائے بغیر چارہ نہیں کب تک "دم گھٹ گھٹ کر رہنا" پر عمل کر کے صبر و تحمل کی کلفت برداشت کروں؟ اب تو "حیا آنکھوں سے دھو ڈالنا" اشد ضروری ہوگیا ہے۔ مرید اور شاگرد بڑی تعداد میں موجود ہیں تو کیا ہوا؟ انھیں بھی سچی محبت کا درس سکھا دوں اور باور کرادوں کہ سچی محبت کرنے والے کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔

نانوتوی کی محبت کے نشے میں سرشار گنگوھی صاحب نے بھری محفل میں اپنے مریدوں اور شاگردوں کی موجودگی میں اپنی بیباک، محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نانوتوی صاحب سے عام لہجہ میں نہیں بلکہ بقول تھانوی صاحب "محبت آمیز لہجہ میں فرمایا" یعنی محبت سے بھرے ہوئے انداز میں حکم دیا۔ محبت اور حکومت سے مرکب حکم صادر فرمایا۔ جیسے کوئی شوہر اپنی فرمانبردار جورو کو حکم دیتا ہے۔ حکم کیا تھا؟ "یہاں ذرا لیٹ جائو" ہائے ہائے۔ توبہ توبہ (۵) لیٹ جاؤں اور وہ بھی بھری محفل میں؟ مرید اور شاگرد سے بھری ہوئی محفل میں کیوں کر لیٹوں؟ میں تو مارے شرم کے مر ہی جاؤں۔ ایسی بے حیائی اور بے شرمی مجھ سے نہیں ہوسکتی۔ لہذا نانوتوی صاحب "کچھ شرما سے گئے" (۶) شرم کی وجہ سے نہیں لیٹے۔ لیکن گنگوھی صاحب نے تو یہی ٹھان لیا تھا کہ کچھ بھی ہو، آج تو خوابوں کی ملکہ بیگم نانوتوی کو بھری محفل میں لیٹا کر ہی رہوں گا۔

پہلی مرتبہ محبت آمیز لہجہ میں لیٹ جانے کا حکم دیا۔ مگر نانوتوی صاحب شرما کر رہ گئے اور حکم کی تعمیل میں تامّل کیا۔ لہذا مکررّ حکم نافذ فرمایا۔ "مگر حضرت نے پھر فرمایا، تو مولانا بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے"۔ (۷) نانوتوی صاحب سمجھ گئے تھے کہ سیّاں اب ماننے والے نہیں۔ ان کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک مرتبہ جس کام کی ٹھان لی وہ پوری کر کے ہی چھوڑیں گے۔ اپنی ضد

http://www.wahabimazhab.com

پوری کر کے ہی رہیں گے۔ ہر گز ماننے والے نہیں۔ مجھ کو لیٹا کر ہی رہیں گے۔ لہذا شرمانا اور ناز نخرے کرنا بیکار اور بے سود ہے۔ اب شرم وحیا کا لبادہ اتار پھینک کر میں بھی اپنے عاشق کے شرارتی عشق کے رنگ میں رنگ جاؤں ، یہی مناسب ہے بلکہ جنونِ عشق کا تقاضا بھی یہی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے نانوتوی صاحب لیٹ گئے۔ محبت کے آداب و اطوار بجالاتے ہوئے "بہت ادب کے ساتھ" لیٹ گئے۔ صرف "ادب کے ساتھ" نہیں بلکہ "بہت ادب کے ساتھ" واہ! کیا ادب ہے۔ کیا تعظیم ولحاظ ہے !!! عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ادب و تعظیم کے تقاضوں کو نامناسب کہنے والے گروہ کے پیشوا عشق فاسد کے ادب و احترام کے تقاضوں کی بجا آوری میں کس قدر غلو سے کام لے رہے ہیں۔

نانوتوی صاحب بہت ادب کے ساتھ لیٹے اور کیسے لیٹے ؟ بقول تھانوی صاحب "چت لیٹ گئے" یعنی عورت کی طرح۔ کیونکہ مرد و عورت جب ہمبستر ہوتے ہیں تو عورت ہمیشہ چت لیٹتی ہے۔ بستر میں مرد کے ساتھ سوتے وقت عورت کی عادت اور ہیئت کو آشکارا کرتے ہوئے نانوتوی صاحب بھی چت ہی لیٹے۔ پھر کیا ہوا ؟

' ' حسن حفاظت کرتا ہے اور جوانی سوتی ہے ' '

کے مطابق نانوتوی صاحب کی دلفریب، دل بستہ، دل آرا، دل پذیر، دل چسپ اور دل نشین ادا دیکھ کر گنگوھی صاحب کی حالت " دل ہی جانتا ہے۔ دل ہی کو معلوم ہے" کی طرح ہوگئی۔ اب دل اپنے قابو میں نہیں۔ بقول شاعر "جب شمع کا شعلہ لہرایا۔ اُڑ کے چلا پروانہ بھی" کے مطابق گنگوھی صاحب بھی اُڑ چلے اور بقول تھانوی صاحب "حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے"۔ بھری محفل میں محب و محبوب یا پھر عاشق و معشوق کہو دونوں اب ایک ہی چارپائی پر موجود ہیں۔ وصل محبوب اور لقاء معشوق کے حسین لمحات رونما ہو رہے ہیں۔ گنگوھی صاحب گو یا اپنی منزل مقصود کو پہونچ گئے۔ مراد قلبی حاصل ہوگئی۔ دل کے ادھورے ارمان پورے ہونے کا سنہرا موقعہ آگیا۔ آرزو اور حسرت کی تکمیل کی سعادت میسّر ہو چکی۔ طالب علمی کے زمانے کا ہم سبق یار اب ہم بستر ہے۔ دل کا کنول کھل گیا اور دل کی آگ بجھانے کی گھڑی آپہونچی۔ چار پائی پر لیٹتے ہی گنگوھی صاحب نے " مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا" خوش نصیب ہو گئے گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب کے وہ مرید اور شاگرد جنھوں نے بھری محفل میں مشترکہ طور پر اپنے استادو مرشد کے "اَمَر پَرُیم" کا منظر اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ قابل صد مبارک باد ہیں وہ طلبہ اور مریدین اور ساتھ میں رسوائے زمانہ کتاب "مطالعۂ بریلویت" کے مصنف پروفیسر خالد محمود صاحب مانچسٹری جنھیں ایسے دو (۲) پیشواؤں کی اتباع کا شرف حاصل ہے، جو ہم جنسی الفت و رغبت کی ایسی اعلیٰ منزل پر متمکّن تھے، جہاں پہونچ کر وہ اس حدیث شریف کے کامل مصداق اور مثل بن گئے کہ "اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ" یعنی " جب تو بے حیا ہوگیا، تو جو چاہے کر" اور

Http://www.wahabimazhab.com

واقعی گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب نے وہ کر دکھایا، جس کو پڑھ کر بھی ایک غیرت مند اور مہذب شخص کا سر مارے شرم کے جھک جائے۔

گنگوھی صاحب نے چارپائی پر لیٹنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ نانوتوی صاحب کے سینے پر رکھ دیا۔ان کا ہاتھ رکھنا کچھ اس انداز کا تھا کہ جیسے ایک عاشق صادق اپنی معشوقہ کی سینے پر ہاتھ رکھ کر ایسی کوئی حرکت کرے جو باعث لذّت وتسکین قلب ہو۔گنگوھی صاحب نے ایسا کیا کیا؟ وہ تو چشم دید شاہد کی حیثیت سے ان کے مرید اور شاگرد ہی جانیں، لیکن "قیاس کُن زگلستانِ مَن بہارِ مَرا" یعنی "میرے گلستاں سے میری بہار کا قیاس کر" والی مثل سے موجودہ حالت سے کنندہ حالت کا اندازہ ہوتا ہے کے مطابق گنگوھی صاحب نے ایسی کوئی حرکت کی ہو، ایسا امکان اور غالب گمان ہے۔اسی لئے تو نانوتوی صاحب کے سینے (چھاتی) پر ہاتھ رکھنے کی گنگوھی صاحب کی حرکت کو تھانوی صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ "جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے"۔

گنگوھی صاحب اپنا ہاتھ نانوتوی صاحب کے سینے پر رکھنے کے بعد خاموش اور بے حرکت نہیں پڑے رہے بلکہ انھوں نے کچھ ایسی نازیبا اور بے حیائی کی حرکتیں شروع کردیں، جو باعث شرم و خجلت ہو۔گنگوھی صاحب کی وہ شرم و حیا سے عاری حرکتیں ایک دو مرتبہ کی نہ تھیں بلکہ متعدد مرتبہ کی تھیں۔کیونکہ بقول تھانوی صاحب "مولانا ہرچند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو، یہ لوگ کیا کہیں گے" یعنی گنگوھی صاحب نے چارپائی پر لیٹنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف کروٹ لے کر ایسی حرکتیں کرنی شروع کردیں کہ نانوتوی صاحب بھی مارے شرم کے پانی پانی ہوگئے اور گنگوھی صاحب کی عاشقانہ حرکتیں مسلسل جاری تھیں اور رکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔لہذا نانوتوی صاحب عاجزی کرتے ہوئے ۔"ہرچند" اپنے "میاں" کو سمجھاتے تھے اور روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے تھے کہ "میاں کیا کر رہے ہو"۔نانوتوی صاحب ہرچند یعنی بہتیرا فرماتے رہے کہ میاں کیا کر رہے ہو؟ اپنے میاں کو جنون عشق کے جوش سے ہوش میں لانے کیلئے نانوتوی صاحب ہر مرتبہ ٹوکتے تھے کہ یہ کیا حرکت کرتے ہو ؟ اور ہوش میں لانے کیلئے مریدوں اور شاگردوں کی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے کہتے تھے کہ " یہ لوگ کیا کہیں گے ' '

مگر گنگوھی صاحب نہ مانتے تھے اور نہ ہی رُکتے تھے۔بڑی مشکل سے ایسا سنہرا موقع ہاتھ لگا تھا۔بھاڑ میں جائے دنیا۔ ان لوگوں کا لحاظ کرکے ہاتھ لگی دولت عشق کے خزانے سے ہاتھ روک لوں ایسا کم ظرف و کم حوصلہ تو میں نہیں۔اُو میری نانوتوی بیگم ! ان لوگوں کے کہنے کاخیال مت کرو۔صرف میرا خیال کرو۔میری کیا حالت ہے، وہ تو ذرا دیکھو۔بقول شاعر

Http://www.Wahabimazhab.com

کب سے سلگ رہی ہے جوانی کی گرم رات

زلفیں بکھیر کر میرے پہلو میں آ یئے

اس شعر کے مصرعۂ ثانی کو اس طرح بدل دو کہ

داڑھی بکھیر کر میرے پہلو میں آیئے

گنگوھی صاحب نے نانوتوی صاحب کی ایک نہ سنی۔ بیچارے نانوتوی صاحب ! ہرچند کہتے رہے کہ میاں ! شرم کرو۔ ایسی حرکت سے باز آؤ۔ ہم دونوں کے مرید اور شاگرد موجود ہیں اور ہمارے عشق کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ذرا ان کا خیال اور لحاظ کرتے ہوئے ایسا ویسا مت کرو۔ خلوت میں کرنے کی حرکتیں جلوت میں مت کرو(۸) یہ لوگ کیا کہیں گے ؟ مگر گنگوھی صاحب پر ایسی جنونی کیفیت اور دیوانگی طاری تھی کہ شرم و حیا اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر فرمایا کہ "لوگ کہیں گے، کہنے دو" (۹) گنگوھی صاحب کو اس کی قطعاً پرواہ نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر کچھ کہیں گے بھی تو بعد میں دیکھا جائیگا۔ اس وقت ان سب خطرات کا خیال کر کے مزہ کرکرا نہیں کرنا۔ اس وقت تو محبت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں ڈوب جانے دو۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ مذکورہ بالا خانقاہ گنگو ہ کی حکایت کے ضمن میں مندرج "حا شیۂ حکایت" اور دیگر اہم نکات کی طرف اپنی توجہات مرکوز فرمائیں۔ جو اختصاراً حسب ذیل ہیں

تھانوی صاحب کی تالیف کردہ کتاب "حکایات اولیائ" جس کا پُرانا نام "ارواح ثلٰثہ" ہے۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب نے ان لوگوں کے حالات زندگی کے اہم واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جن کو وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے لوگ دینی پیشوا، ولی، بزرگ، مقتدا، رہنما، ہادی اور معتبر و معتمد عالم دین مانتے ہیں۔ ان کے حالاتِ زندگی اور سوانح کی اشاعت کا اصل مقصد یہی ہے کہ ان کے حالات زندگی پڑھ کر لوگ نصیحت حاصل کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں اور اپنی زندگی کو سنواریں۔ خانقاہ گنگوہ کا مذکورہ واقعہ پڑھ کر لوگ کیا نصیحت حاصل کریں گے ؟ ان کے نقش قدم پر چل کر کیا فلاح اور ہدایت پائیں گے ؟ اور خانقاہ گنگوہ میں بھری محفل میں نانوتوی صاحب کے ساتھ گنگوھی صاحب کا ایک چارپائی پر لیٹنے والی عشقیہ داستان پڑھ کر لوگ کیا سبق حاصل کریں گے ؟ اور کونسی فلاح اور ہدایت پائیں گے ؟ بلکہ اس کے بر عکس مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے افراد ایسے فحش واقعہ کو پڑھ کر مزید جری ہوں گے اور یہ کہہ کر علانیہ طور پر ارتکاب ذُنوب میں مبتلاء ہوں گے کہ جب مولوی لوگ ایسی حرکت بھری محفل میں کر سکتے ہیں تو ہم کس کھیت

Http://www.Wahabimazhab.com

کی مولی ہیں جب دیندار اور مذہبی پیشوا کے منصب پر فائز حضرات ایسے فعل قبیح کو بلا جھجک کرتے ہوئے شرماتے نہیں، تو ہم تو پکّے دنیادار ٹھہرے۔

علاوہ ازیں اسلام دشمن طاقتیں اور میڈیا جو اسلام کی خوبیوں اور اچھائیوں پر بھی بے تکے اور بے جوڑ اعتراضات کر کے اسلامی تقدّس کو داغدار کرنے کی سعی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے، اگر ان کے ہاتھوں خانقاہ گنگوہ میں علانیہ طور پر کی گئی فحش حرکت آگئی، تو وہ اسلام دشمن افراد اس میں مرچ مسالا ملاکر عالمی پیمانے پر تشہیر کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام و ذلیل کرنے میں کسی قسم کی کے دلدادہ تو اس واقعہ کو بطور سند پیش کریں گے کہ (Homosexual) کوئی کمی باقی نہیں رکھیں گے ؟ بلکہ ہم جنسی تعلقات مسلمانوں کے مذہبی پیشوا بھی ہماری طرح ہم جنس پرستی کے شوقین تھے۔

کیا خانقاہ گنگوھی کا واقعہ اس قابل ہے کہ اسے مذہبی کتاب میں جگہ دی جائے اور اسے شائع کیا جائے ؟ ہر گز نہیں۔ لیکن وبراہو شخصیت پرستی اور اندھی عقیدت کا کہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے بے خرد مصنفین نے ایسے فحش اور حیا سوز واقعہ کو لکھ مارا اور بے عقل ناشرین نے اسے چھاپ کر مشتہر کر دیا۔ گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب نے خلوت میں کرنے کا کام جلوت میں کرڈالا اور ان کے بیوقوف متبعین نے اسے چُھپانے کے بجائے چھاپ دیا۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ خانقاہ گنگوہ کا فحش حادثہ صرف چھاپ کر ہی پیچھے سبکدوش نہیں ہوئے بلکہ ایسی فحش حرکت کو اپنے پیشوا کی خوبی اور کمال میں کھپانے کی مذموم کوشش کرتے ہوئے حکایت نمبر (۳۰۵) لکھنے کے بعد "حاشیہ حکایت (۳۰۵)" لکھ کر اپنے دل پھینک عاشق پیشواؤں کے کمال کے گیت گاتے ہوئے بے سُرے اور بے ڈھنگے راگ الاپے ہیں۔ حاشیۂ حکایت میں لکھاہے کہ "اس سے زیادہ خودداری کی فنا کی نظیر کیا ہوگی" اس جملہ کو وضاحت سے سمجھیں۔ خودداری کے معنی لغت میں ہ رکھ رکھاؤ یعنی تکلف، خاطرداری ہ غیرت ہ عزت (فیروز اللغات، ص:۵۹۹) وارد ہیں یعنی اس جملہ کے ذریعہ گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب کی غیرت و عزت اور خاطرداری کا ڈھنڈورا پیٹا گیاہے کہ ہمارے یہ دونوں پیشوا ایسی عظیم عزت اور غیرت والے تھے کہ انھوں نے بھری محفل میں اپنی غیرت اور عزت کا جنازہ نکال کر ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیاہے کہ اس کی کوئی "نظیر" یعنی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ واہ ! کیا بے شرمی ہے!!! خانقاہ گنگوہ میں عاشق و معشوق کا رول ادا کرتے ہوئے گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب بھری محفل میں ایک چارپائی پر لیٹے۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں کی موجودگی میں ایک چارپائی پر گنگوھی صاحب کے ساتھ لیٹنا اور گنگوھی صاحب کا "عاشق صادق" کی طرح برتنا، ایسا گھناؤنا اور قبیح کام تھا کہ خود نانوتوی صاحب بھی شرماتے تھے اور اپنے "میاں" گنگوھی کرنے کی سعئی تمام (Control) صاحب کو روکنے کی کوشش کرتے تھے اور شاگرد و مرید کی موجودگی کا احساس دلا کر کنٹرول

Http://www.wahabimazhab.com

کرتے تھے۔ مگر گنگوھی صاحب جنونِ عشق کے جوش میں ایسے بیخود تھے بلکہ ایسے بے غیرت و بے شرم بن گئے تھے کہ حاضرین مجلس کی موجودگی کو بھی خاطر میں نہ لائے اور جو کچھ کرنے کا عزم وارادہ اپنے چنچل من میں ٹھان رکھا تھا، اُس سے باز نہ آئے۔ المختصر! گنگوھی صاحب نے حیا آنکھوں سے دھوڈال کر بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی اور بے لحاظی کا ایسا فاش مظاہرہ کیا کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ایسی بے حیائی کے ارتکاب سے اُن کی عزت میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ عزت کا دیوالہ نکل گیا۔ لیکن افسوس کہ دیوبندی پیشواؤں کے چمچے چمچاگیری کا حق ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ عزت و آبرو کی فنا کی نظیر کیا ہوگی۔

اپنے بے شرم پیشواؤں کے بے شرمی پر مشتمل ارتکاب پر نادم اور خجلت زدہ ہونے کے بجائے فخر کیا جا رہا ہے۔ صرف فخر کر کے جی نہیں بھرا تو اُن لوگوں کی توبیخ اور ملامت کی جارہی ہے، جو واقعی میں غیرت مند، نیک خصلت اور مہذب ہیں۔ ذرا عبارت کے تیور ملاحظہ فرمائیں۔ "کیا اہل تصنع ایسا کر سکتے ہیں۔ ان پر تو یہ موت سے زیادہ گراں ہے" یعنی خانقاہ گنگوہ میں بھری محفل میں گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب نے ایک چارپائی پر لیٹ کر جو کہ دکھایا ہے، ایسا کارنامہ انجام دینا اور کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو صرف ہمارے گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب کا ہی حوصلہ اور بے باک جگر تھا، جو کھلّم کھلاّ پریم کا ناٹک رچایا۔

عبارت میں غیرت مند، باحیا، با شرم، مہذب، نیک حصلت و طینت، پارسا، متقی، پرہیز گار اور صالح لوگوں کو "اہل تصنع" یعنی بناوٹ کرنے والے، مکروفریب کرنے والے، دکھاوا کرنے والے، نیک اور متقی ہونے کا ڈھونگ رچانے والے کہا گیا ہے۔ یعنی ہمارے دو عظیم پیشواؤں نے خانقاہ میں بھری محفل میں بے خوف وخطر جو کچھ کر دکھایا ہے، ایسا اہل تصنع نہیں کر سکتے۔ "ان پر تو یہ موت سے زیادہ گراں ہے" واقعی سچ ہے۔ عزت و آبرو والا شخص ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کو اپنی عزت پیاری ہوتی ہے۔ بے شرمی کا کام کرکے عزت کو خاک میں ملانا، اس سے بہتر مرجانا ہے۔ جب عزت گئی تو زندگی کی لذت ہی گئی۔ باغیرت باحیا گروہ کو طعنہ دیا جارہا ہے کہ اے عزت و آبرو کے متوالو! تم نے عزت اور غیرت کا لبادہ اُوڑھ رکھا ہے اور آبرودار بن کر سماج میں گھوم رہے ہو۔ لیکن تم عشق میں فنا ہونے کی سعادت سے یکسر محروم ہو۔ تم نے غیرت اور لحاظ کا ڈھونگ اور دکھاوا کر رکھا ہے۔ تم مُروّت اور اخلاق کے دائرے میں مقیّد ہو کر عابد خشک ہو کر رہ گئے ہو۔ عشق کیا ہے؟ اور عشق میں فنا ہونا کیا ہے؟ اس سے تم یک لخت غافل اور انجان ہو۔ ایک عاشق صادق کے جذباتِ دل اور عشق میں فناہو جانے کا ولولہ تمہیں نصیب ہی نہیں ہوا۔ عشق کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ زنی کا حوصلہ ہی تم میں مفقود ہے۔ تم کیا جانو عشق کے امنڈتے ہوئے طوفان کی طغیانی کیا ہوتی ہے؟ اگر تمہیں اس امنڈتے ہوئے سیلاب کی دھار میں پھینک دیا جائے تو تم ہر گز تیر نہ سکو بلکہ پانی کی چادر میں اوجھل ہو کر ڈوب جاؤ۔ دریائے عشق میں تیراکی کے فن سے تم ناواقف ہو۔ اس فن کے ماہرین تو ہمارے پیشوا گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب تھے۔ جنھوں

Http://www.Wahabimazhab.com

نے غیرت اور آبرو کے کپڑے اُتار ڈالے اور عشق محبوب اور وہ بھی ہم جنس محبوب کے عشق نازیبا کے طوفانی سمندر میں چھلانگ لگادی۔شاگرد اور مرید سے بھری ہوئی مجلس کا لحاظ تک نہ کیا اور عشق میں فناہو ناکیا ہے ؟ اس کی مثال قائم کردی۔

بے حیائی اور بے شرمی پر مشتمل حکایت بیان کرنے کے بعد اس حکایت میں اہم کردار اداکرنے والے خاص اداکار

گنگوھی صاحب کی فحش اداکاری کو داد دیتے ہوئے اور گنگوھی صاحب کی ایکٹینگ کو سراہتے ہوئے لکھاہے کہ (Main Hero) "مولانا گنگوھی کا یہ حال تھا کہ رنگ فنا خجلت پر غالب تھا" یعنی گنگوھی صاحب اپنے معشوق نانوتوی صاحب کے عشق میں ایسے اور اس قدر فناتھے کہ ان کا "رنگ فنا" ایسا گاڑھااور پکاتھا کہ خجلت یعنی شرم وندامت پر غالب ہوگیا تھا۔نانوتوی صاحب کے عشق میں ایسے فناتھے کہ شاگرد و مرید سے بھری محفل میں بھی انھیں ذرّہ بھر شرم و غیرت لاحق نہ ہوئی۔ خجلت یعنی شرم و ندامت کو "خیر باد کہہ کر" نانوتوی صاحب کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لیٹ گئے، نانوتوی صاحب کی طرف کروٹ لی اور ایک عاشق صادق بلکہ ہجر و مفارقت کی آگ میں جُھلستا عاشق اپنے جسم وجگر کی پیاس بجھانے اور دل مضطرب کو تسکین دینے کیلئے لقائے معشوق کے وقت جذباتی اور مشتعل ہو کر ازخودوارفتگی کے عالم میں جو حرکت کرتا ہے۔اس کا نمونہ پیش کردیا۔یہاں تک کہ ان کی جذباتی کیفیت کی طغیانی دیکھ کر نانوتوی صاحب تلملا اُٹھے اور ایسا خوف محسوس کیا کہ اب یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھیں گے۔ہائے اللہ ! میں تو مرہی جاؤں ! اگر میرے "میاں" آگے بڑھے اور حد سے تجاوز کر گئے ، تو قیامت تک میں اور میرے مرید وشاگرد کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں گے۔ بلکہ اس وقت اپنے مرید و شاگرد کے سامنے میری یہ حالت ہوگی کہ "زمین پھٹ جائے اور میں سماجاؤں" لہذا نانوتوی صاحب نے اپنے "میاں" گنگوھی صاحب سے جوش جوانی کا ولولہ ٹھنڈا کر کے حیا اور تہذیب کے ہوش میں آنے کیلئے یوں کہا کہ "میاں کیا کررہے ہو، یہ لوگ کیا کہیں گے" لیکن مرید وشاگرد کے گروہ کی موجودگی سے شرم محسوس کرنا اور بھری محفل کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے جوش جوانی کے طوفان کو سرد اور معتدل کرنا گنگوھی صاحب جیسے عاشق صادق کے "رنگ فنا" کی شان کے خلاف تھا۔کیا میں ایسا ڈرپوک اور بزدل ہوں جو ماحول کا لحاظ کرکے "غیرت سے کٹ جاؤں" اور ہاتھ آئی ہوئی سنہری گھڑی کو گنواں دوں ؟ ارے شرم و غیرت کی تو ایسی ویسی۔ہم تو اپنی من مانی کر کے ہی دم لیں گے۔چاہے لوگ دیکھ رہے ہوں۔ ہمیں کیا فرق پڑتا ہے؟ ننگا سب سے چنگا والی مثل کے ہم مصداق ہیں۔ ہمیں کسی کا لحاظ کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔آج تو شاگردوں اور مریدوں کو بھی سکھا دیں تاکہ وہ کبھی نہ بھولیں (Practically) ہمارے عشق کا تماشا دیکھنے دو۔ آج انھیں عشق میں فنا ہونے کا درس عملی طور پر اور ہمیشہ یاد رکھیں۔اپنے پیر اور استاد کا عملی طور پر سکھایا ہوا "فنائے عشق" کا سبق مستقبل میں مشعل راہ بن کر رہنمائی کریگا۔ان پر بھی کبھی یہ دن آنے والے ہیں لہذا تب وہ اپنے پیر و استاد کے نقش قدم پر چل کر کامیابی اور کامرانی کی منزل تک بآسانی پہونچ جائیں گے۔

Http://www.Wahabimazhab.com

ی آخر میں ایک ایسا خطرناک جملہ لکھا ہے کہ " اور مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدے سے غالب کر دیا" یعنی مولوی قاسم نانوتوی کا ایک وصف و کمال بیان کیا جارہا ہے کہ انھوں نے خجلت یعنی شرم وحیا پر فناکا رنگ مجاہدہ کر کے غالب کر دیا۔ اس حکایت نمبر (۳۰۵) کا جو حاشیہ لکھا گیا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب دونوں کے اندر عشق میں فنا ہونے کا وصف اور حوصلہ تھا۔لیکن ان دونوں کے اس وصف میں ایک فرق ہے۔فرق کیا ہے۔اس کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے حاشیۂ حکایت نمبر (۳۰۵) کے جملوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں

گنگوھی صاحب کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

مولانا گنگوھی کا یہ حال تھا کہ رنگ فنا خجلت پر غالب تھا

نانوتوی صاحب کا وصف وکمال یوں بیان کیاہے کہ

مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدے سے غالب کر دیا

یعنی گنگوھی صاحب اور نانوتوی صاحب دونوں میں عشق میں فنا ہو کر شرم وحیا (خجلت) پر غلبہ حاصل کر لینے کی خوبی تھی۔یعنی وہ دونوں ایک دوسرے کے عشق میں ایسے فناتھے کہ عشق و محبت کے آداب اور قواعد و طریقے کی بجا آوری میں بالکل نہیں شرماتے تھے۔یعنی ایسے بے حیا اور بے شرم تھے کہ شاگردوں اور مریدوں کی موجودگی میں دونوں ایک چارپائی پر ساتھ لیٹ گئے اور عاشق و معشوق کا ڈرامہ کر دکھایا۔لیکن پھر بھی ان دونوں کی بے شرمی اور بے حیائی میں عظیم فرق تھا۔گنگوھی صاحب میں "رنگ فنا خجلت پر غالب تھا" یعنی گنگوھی صاحب کی تو پہلے ہی سے بے شرمی و بے حیائی کی خصلت تھی۔ ان کی طبیعت و عادت ہی تھی کہ وہ دل پھینک عاشق کی طرح کسی پر فریفتگی کے معاملے میں ڈرتے اور شرماتے نہیں تھے۔ عشق میں ایسے فنا ہوجاتے تھے کہ شرم وحیا کو پاس آنے ہی نہ دیتے تھے اور "شرم والے کے پھوٹے کرم" والی مثل پر عمل کرکے اپنے ارمان دل کو پورا کرنے میں کسی کا لحاظ اور جھجھک محسوس نہیں کرتے تھے۔ ان میں فنا کا رنگ پہلے ہی سے موجود تھا اور وہ رنگ ایسا پختہ تھا کہ فوراً خجلت پر غالب آجاتا تھا۔کسی پر فنا یعنی وارفتہ ہو جانے کا رنگ ان کی عادت میں تھا۔شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کروارفتگی اور فریفتگی کا مظاہرہ بے خوف وخطر کرتے تھے۔یہ ان کی عادت اور فطرت تھی۔

لیکن!!!نانوتوی صاحب عادۃً شرمیلے تھے۔لیکن ان کو بھی شرم وحیا کا دامن چاک کرنا پڑا۔طالب علمی کے زمانے کی یعنی بچپن کی محبت کو دل سے بھلا دینا آسان نہیں۔بوڑھے ہو گئے تو کیا ہوا ؟ سینے میں مستوردل تو "ابھی تو میں جوان ہوں" کی صدا بلند کر رہا ہے۔

Http://www.Wahabimazhab.com

ماضی میں ساتھ بسر کئے ہوئے دنوں کی یاد سے تو "دل ڈانواں ڈول ہوتا ہے"۔ لیکن ہائے ! مجبوری۔ میں دیوبندی جماعت کا مقتدا اور پیشوا ہوں۔ سینکڑوں کی تعداد میں شاگرد اور مرید ہیں۔ استاد و پیر کے منصب پر فائز ہوں۔ سماج اور معاشرہ کا لحاظ اجازت نہیں دیتا کہ اپنے عاشق صادق کا ساتھ نبھاتے ہوئے کھلّم کھلاّ اور علانیہ طور پر پریم کا کھیل کھیلوں۔ میں آداب تہذیب اور فنا در عشق کے درمیان بری طرح پھنس گیا ہوں۔ محبوب کے جذبات دل کا پاس رکھوں تو تہذیب و اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہے اور اگر شرم وحیا کا پُتلا بنوں تو محبوب کا قلب پاش پاش ہوتا ہے۔ کس کو اہمیت اور ترجیح دوں ؟ حالانکہ خود میرا دل بھی محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا خواہش مند ہے۔ آج کل کی تازہ محبت تو ہے نہیں کہ التفات نہ کیا جائے بلکہ بہت پرانی اور اٹوٹ محبت ہے۔ مگر میں بھی عادت سے مجبور ہوں۔ شرمانا میری عادت اور خصلت ہے۔ عشق میں فنائیت کا رنگ پیدا کر کے عشق کا رنگ جمانے میں میری شرمیلی عادت مانع ہے۔ کیا کروں؟

ہاں ہاں ! وہی کروں جو میرا محبوب چاہتا ہے۔ انجام چاہے کچھ بھی ہو، مجھے وہی کرنا ہے جو "میاں" چاہتے ہیں۔ میاں نے حکم دیا ہے کہ میں شاگرد اور مرید سے بھری ہوئی محفل میں چارپائی پر لیٹ جاؤں۔ یہ کیسے ممکن ہے ؟ شرم و حیا کی زنجیروں نے پاؤں جکڑ رکھے ہیں۔ غیرت اور لحاظ نے دامن پکڑ کر کھینچ رکھا ہے۔ محبوب کے حکم کی نہ تعمیل ہو سکتی ہے اور نہ ہی تاُمل۔ البتہ محبوب کا حق یہی ہے کہ اس کے حکم کی بجا آوری کر کے اُسے شاد و خُرَّم کروں۔ چاہے مجھے بدلنا ہی پڑے۔ میری خو کو تبدیل کرنا پڑے۔ اور واقعی نانوتوی صاحب نے وہ کر دکھایا۔ بقول تھانوی صاحب۔

مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدے سے غالب کر دیا

یعنی نانوتوی صاحب نے اپنے کو گنگوھی صاحب کا "ہم رنگ" بنانے کیلئے "مجاہدہ" کیا۔ اب ہم مجاہدہ کے لغوی معنی دیکھیں اور مجاہدہ کیا ہے ؟ اس پر بہت ہی اختصار کے ساتھ گفتگو کریں۔ "مجاہدہ" کے لغوی معنی ی جد وجہد ی جاں فشانی ی نفس کُشی یعنی خواہش کو مارنا ی ریاضت و غیرہ (حوالہ : فیروزاللغات، ص: ۱۲۰۵)۔ نفس کُشی یعنی نفس کو مارنے کیلئے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں۔ تصوّف میں مجاہدے کی بڑی ہی اہمیت ہے۔ راہ تصوّف میں قدم رکھنے والے کو سب سے پہلے نفس کشی اور خواہشات پر قابو رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے اور اسی سے تعلق رکھنے والے عملیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً قلّت طعام و منام یعنی کم کھانا، اور کم سونا، مسلسل روزے رکھنا، شب بھر بیدار رہ کر عبارت و ریاضت کرنا، بالکل سادہ کھانا کھانا، پھٹے پُرانے کپڑے پہننا، امیرانہ وضع قطع ترک کر کے فقیرانہ شکل و صورت اختیار کرنا، سختی کے ساتھ شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا، وغیرہ۔ علاوہ ازیں ہمہ وقت ذکرو اشغال میں منہمک رہنا۔ المختصر ! دنیا کے عیش و عشرت اور لذّات سے منہ موڑ کر "توجہ الی اللہ" میں کامل طور پر

Http://www.Wahabimazhab.com

راغب ہونا اور جسمانی خواہشات کو مار ڈال کر تقویٰ اور پرہیز گاری کا اُسوَۂ حسنہ بننا، اسی کو عام اصطلاح میں مجاہدہ کہا جاتا ہے۔المختصر ! مجاہدہ (۱۰)کرنے سے پارسائی ، زہد، تقویٰ ، پرہیز گاری، پاکی، خدا کا خوف، شریعت کی پابندی اور گناہوں سے اجتناب کرنے کا وصف اور کمال حاصل ہوتا ہے۔

لیکن ! نانوتوی صاحب نے مجاہدہ میں اُلٹی گنگا بہانا اور اُلٹی مالا پھیرنا والی مثل پر عمل پیرا ہونا اختیار کیا اور تقویٰ و پرہیز گاری (۱۱)کے رنگ میں رنگ جانے کے بجائے اپنے عاشق اور میاں گنگوھی صاحب کے ہم رنگ بن گئے۔یعنی بقول تھانوی صاحب "مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدہ سے غالب کر دیا" یعنی شاگرد و مرید سے بھری مجلس میں گنگوھی صاحب کے ساتھ ایک چارپائی پرلیٹ کر شرم و حیا کو الوداع کہہ کر بے شرمی کا مظاہرہ کرنا اُن کی عادت میں نہ تھا وہ تو شرمیلے تھے مگر انھوں نے ایسا مجاہدہ کیا کہ شرم و حیا کو مار ڈالا۔ خجلت کو چورا ہے پر دفن کر دیا اور فنا کا وصف اپنے اندر پیدا کر دیا ، یہ ان کا کمال تھا۔ ایسا (Struggle) ہُنر اور ایسی لیاقت ہر کس و ناکس کو میسّر نہیں۔یہ تو صرف نانوتوی صاحب ہی کا کمال تھا کہ ایسا مجاہدہ فرمایا کہ شرم و حیا کو رخصت کر دیا اور گنگوھی صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خانقاہ گنگوہ میں بھری محفل میں اپنے عاشق و محب کے ساتھ ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کو ایک انوکھا درس دیا کہ محبت کرنے والے کبھی کسی سے ڈرتے نہیں۔

مطالعۂ بریلویت نامی رسوائے زمانہ کتاب کے مصنف جناب پروفیسر خالد محمود مانچسٹری صاحب بھی خانقاہ گنگوہ کی داستان عشق پڑھ کر لطف اندوز ضرور ہوئے ہوں گے۔مستقبل میں اگر "مجاہدہ" کے تعلق سے خامہ آرائی کرنے کا اتفاق ہو، تو نانوتوی صاحب کے خرق عادت اور خلاف دستور مجاہدہ پر ضرور کچھ لکھیں۔

بسلسلۂ جواب مطالعۂ بریلویت قسط نمبر:2

دیوبندی مکتبۂ فکر کے دو اکابر مولوی رشید احمد گنگوہی اور)

(مولوی قاسم نانوتوی کے عشق کی داستان

ایک بھی حوالہ غلط ثابت کرنے پر ایک لاکھ روپیہ کا انعام

مصنف :

Http://www.Wahabimazhab.com

مناظر اہل سنت ، علامہ عبد الستار ہمدانی "مصروف

(برکاتی ،نوری)

ناشر:-

مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات

Http://www.Wahabimazhab.com